ماہنامہ خواتین

ماہنامہ خواتین

ربیع الاول 1447ھ ستمبر 2025ء

جلد: 04

شمارہ: 09

1500 واں

جشنِ ولادت مبارک

ویب ایڈیشن



خوش رہنے کا وظیفہ

جو کوئی ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو یہ کلمات پڑھے وہ پورا سال خوش رہے گا اور یہ بھی منقول ہے کہ وہ بے حساب جنت میں جائے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (7 بار) یَا اَللّٰہُ (7 بار) یَا رَحْمٰنُ (7 بار) یَا غَفُوْرُ (7 بار) یَا رَحِیْمُ (7 بار) یَا حَنَّانُ (7 بار) یَا مَنَّانُ (7 بار) یَا دَیَّانُ (7 بار) یَا سُبْحَانُ (7 بار)۔ (جواہر خمسہ مترجم، ص 101)



گھر میں برکت کا وظیفہ

روزانہ صبح فجر کی سنتوں کے بعد اول آخر درود شریف تین تین بار، درمیان میں 70 بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھے گھر میں بہت برکت رہے گی اور سب گھر والوں میں اتفاق بفضلہٖ تعالیٰ ہو گا۔

(اسلامی زندگی، ص 128)



شادی کے لئے غیبی اسباب ہوں

یَا وَھَّابُ 300 بار (اول آخر گیارہ بار درودِ ابراہیمی) روزانہ رات سونے سے پہلے پڑھ لیجئے (جب تک شادی نہ ہو جائے روزانہ پڑھنا ہے) (30 روحانی علاج، ص 5)



وسوسوں کا علاج

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم (یعنی میں اللہ و رسول پر ایمان لایا وہی اول و آخر، وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔) پڑھنے سے وسوسے رفع ہو جاتے ہیں بلکہ صرف اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ہی کہنے سے دور ہو جاتے ہیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص 138)

فہرست

حمد و نعت	مولود نامہ / متفرق	شعبہ ماہنامہ خواتین	2
قرآن و حدیث			
تفسیرِ قرآنِ کریم	بدکاری سے بچو!	محترمہ ام حبیبہ عطاریہ مدنیہ	3
شرحِ حدیث	موت کی تمنا کرنا	محترمہ بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ	5
ایمانیات و عبادات			
عبادات	ربیع الاول کی عبادات	محترمہ ام غزالی عطاریہ مدنیہ	7
فیضانِ سیرت			
فیضانِ سیرتِ نبوی	تعلیماتِ نبوی اور ازدواجی زندگی	محترمہ بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ	9
	تربیتِ اولاد کے مصطفوی اصول	محترمہ اُمِّ ہالہ (بنتِ افضل) عطاریہ مدنیہ	13
	چھوٹی بچیوں پر حضور کی شفقتیں	محترمہ بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ	16
اخلاقِ نبوی	حضور کی صدیقِ اکبر سے محبت	بنتِ الطاف حسین (فرسٹ پوزیشن) / بنتِ ریاض	18
معجزاتِ انبیا	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط 8)	شعبہ ماہنامہ خواتین	20
ازواجِ انبیا	سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا (قسط 1)	شعبہ ماہنامہ خواتین	22
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح قصیدۂ معراجیہ (قسط 4)	محترمہ بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ	24
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	26
علم نور ہے			
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	بری عادتیں (قسط 13)	محترمہ ام ہالہ (بنتِ افضل) عطاریہ مدنیہ	28
دارالافتاء اہلسنت			
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی	30
رسم و رواج			
میت کی رسومات (قسط 3)		محترمہ بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ	31
اخلاقیات			
جنت میں لے جانے والے اعمال	احساسِ ذمہ داری	ام انس عطاریہ	33
جہنم میں لے جانے والے اعمال	لاپروائی	بنتِ الیاس (فرسٹ پوزیشن) / بنتِ یعفور رضا عطاری	35
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	مسئلۂ ختمِ نبوت پر کردارِ صحابہ	بنتِ مدثر (فرسٹ پوزیشن)	37
فیضان آن لائن اکیڈیمی کی جھلکیاں	حدیث کورس	فیضان آن لائن اکیڈیمی	40

چیف ایڈیٹر: مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون: مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی (دارالافتاء اہلِ سنت دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریر) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net

صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی



مولود نامہ

کس شہنشاہ کی آمد ہے صَبا آج کی رات

کس شہنشاہ کی آمد ہے صَبا آج کی رات
کیوں براہیم میں کعبہ ہے جھکا آج کی رات
ایک عَلَم شَرق دُوم غَرب سِوم کعبہ پر
نَصب جبریلِ امیں نے ہے کیا آج کی رات
قَصرِ کِسریٰ کے گِرے بُرج یکایک کیسے
کیوں ہے شیطان پہاڑوں میں چُھپا آج کی رات
ظُلمتِ کفر مِٹی تختِ شیاطیں اُلٹے
سارے اَصنام میں لرزہ ہے پڑا آج کی رات
بَحر و بَر سنگ و شجر حُور و مَلَک جن و بشر
سب کے سب کس کے ہیں یہ مَحوِ لِقا آج کی رات
غیرتِ شمس و قمر کون ہے آنے والا
جگمگا جس نے خُدائی کو دیا آج کی رات
پڑھ لے ایّوب کھڑے ہو کے صلاۃ اور سلام
تُو اگر چاہتا ہے رب کی رِضا آج کی رات

از: مولانا سیّد ایوب علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

شمائمِ بخشش، ص28



متفرق

اللہ کی نعمت ہے، یہ دعوتِ اسلامی

اللہ کی نعمت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
آقا کی عنایت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
رَحمٰن کی رحمت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
شیطاں کی ہلاکت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
اسلام کی زینت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
اور دین کی عزّت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
فیضانِ رضا ہے اور، یہ غوث کا فیضاں ہے
خواجہ کی حِمایت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
عُشّاقِ محمد کی ٹھنڈک ہے یہ آنکھوں کی
ہر دل میں سَرایَت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
آ جاؤ گنہگارو! بدکارو! سیہ کارو!
بے شک رہِ جنّت ہے، یہ دعوتِ اسلامی
اللہ کی رحمت سے، دُنیا میں بھی عقبیٰ میں
عطّار کی راحت ہے، یہ دعوتِ اسلامی

از: امیرِ اہلِ سنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ

14 محرم الحرام 1442ھ، 02-09-2020



بدکاری سے بچو!

محترمہ اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک کا فرمان ہے: وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا (پ15، بنی اسرآءیل:32) ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

تفسیر

اللہ پاک کے اس فرمان: وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى کے دو معنی مراد ہو سکتے ہیں: (1) بدکاری نہ کرو کیونکہ وہ بے حیائی ہے۔ (2) ان اسباب کے قریب نہ جاؤ جو بدکاری تک لے جائیں۔[1] یعنی بدکاری کی طرف لے جانے والے اُمور مثلاً چھونے، بوسہ لینے اور ان جیسے دیگر کاموں سے بچو۔[2] تفسیر روح البیان میں عشقیہ اشارے کرنے اور شہوت سے دیکھنے کو بھی ان کاموں میں شمار کیا گیا ہے۔[3]

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بد نظری، غیر عورت سے خلوت (تنہائی)، عورت کی بے پردگی وغیرہ سب ہی حرام ہیں۔ بخار روکنے کے لئے نزلہ روکو۔ طاعون سے بچنے کے لئے چوہوں کو ہلاک کرو، پردہ کی فرضیت، گانے بجانے کی حرمت، نگاہ نیچی رکھنے کا حکم یہ سب زنا (بدکاری) سے روکنے کے لئے ہے۔[4] اسی طرح برے لوگوں کی صحبت، علمِ دین سے دوری، نفسانی خواہشات کی حرص، بے حیائی اور بے پردگی کی نحوست کی وجہ سے بھی ایسے کام ہوتے ہیں۔ اس آیت میں زنا (بدکاری) کے گناہ کی حُرمت و خباثت کو بیان کیا گیا ہے۔ اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا (بدکاری) کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔[5] بدکاری کو برا راستہ اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ بدکاری کسی دوسرے کی عورت، بہن، بیٹی پر بغیر سبب اختیار کئے ناحق قبضہ کرنا ہے۔ سبب سے مراد نکاح ہے جسے اللہ پاک نے شرعاً جائز قرار دیا ہے۔[6]

احادیث کی روشنی میں بدکاری کی مذمت

کئی احادیث میں بدکاری کی مذمت منقول ہے۔ چند روایات پیشِ خدمت ہیں:

(1) بدکاری کرنے والا جتنی دیر تک بدکاری کرتا ہے اس وقت تک وہ مومن نہیں رہتا۔[7] یعنی بدکاری کرتے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ اس کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو اس کا نورِ ایمان پھر اس کو مل جاتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

(2) جس قوم میں بدکاری عام ہو گی وہ قحط میں گرفتار ہو گی۔[8]

(3) جس بستی میں بدکاری اور سود ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنے لئے اللہ پاک کے عذاب کو حلال کر لیا ہے۔[9]

(4) اللہ پاک قیامت کے دن تین شخصوں سے کلام فرمائے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ ان میں سے ایک بدکاری کرنے والا بوڑھا شخص بھی ہے۔[10]

(5) میری اُمّت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک ان میں بدکاری سے پیدا ہونے والے بچے عام نہ ہو جائیں گے اور جب ان میں بدکاری سے پیدا ہونے والے بچے عام ہو جائیں گے تو اللہ پاک انہیں عذاب میں مبتلا فرما دے گا۔[11]

بدکاری کی شرعی سزا زنا (بدکاری) قتل سے بدتر جرم ہے کیونکہ قتل کی سزا قتل ہے مگر زنا (بدکاری) کی سزا سنگسار کرنا ہے کیونکہ زنا (بدکاری) گناہ بھی ہے اور بے حیائی بھی اور نسلِ انسانی کا خراب کرنا بھی۔[12] دنیا میں بدکار کی سزا یہ ہے کہ بدکار مرد و عورت

اگر کنوارے ہوں تو بادشاہِ اسلام ان کو مجمعِ عام میں ایک سو کوڑے لگوائے اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو انہیں مجمعِ عام کے سامنے سنگسار کرادے گا یعنی ان پر پتھر برسا کر ان کو جان سے مار ڈالے گا۔[13] جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حکم سے رجم کیا گیا۔[14]

بدکاری کے درجات بدکاری کے کئی درجات ہیں: (1) بغیر شوہر والی اجنبیہ عورت سے بدکاری کرنا بڑا گناہ ہے۔ (2) اس سے بھی بڑا گناہ شوہر والی اجنبیہ عورت سے بدکاری کرنا ہے۔ (3) اس سے بھی بڑھ کر گناہ محرم عورت سے بدکاری کرنا ہے۔ (4) شادی شدہ عورت سے بدکاری کرنا کنواری سے بدکاری کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں بدکاریوں کی شرعی سزا مختلف ہے۔ (5) بوڑھے کا بدکاری کرنا، اس کی عقل کے کامل ہونے کی وجہ سے جوان کے بدکاری کرنے سے زیادہ برا ہے۔ (6) آزاد اور عالم کا بدکاری کرنا ان کے کامل ہونے کی وجہ سے جاہل اور غلام کے بدکاری کرنے سے زیادہ برا ہے۔[15]

بدکاری کا حکم بدکاری حرام اور دوزخ میں لے جانے والا کام ہے۔

بدکاری کی تباہ کاریاں ایک روایت کے مطابق بدکاری میں 6 نقصان ہیں، تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا کے نقصان یہ ہیں: چہرے کا بے رونق ہو جانا، ہمیشہ محتاج رہنا اور عمر کا گھٹ جانا۔ آخرت کے نقصان یہ ہیں: اللہ پاک کی ناراضی، حساب کی سختی اور جہنم میں ہمیشہ رہنا۔[16]

بدکاری سے بچنے کے طریقے ❋ بدکاری سے محفوظ رہنے کے لئے نیک خواتین کی صحبت اختیار کی جائے ❋ علمِ دین حاصل کیا جائے ❋ روزے رکھے جائیں کہ روزہ شہوت کو روکتا ہے ❋ بری صحبت سے بچا جائے کیونکہ بروں کی صحبت نیکوں بھی برا بنا دیتی ہے۔ اپنے اندر خوفِ خدا پیدا کیجئے ❋ بے پردگی کا خاتمہ کیجئے ❋ حیا اپنا لیجئے ❋ جہاں حیا نہ ہو وہاں فحاشی ڈیرے ڈال لیتی ہے ❋ شرم گاہ کی حفاظت کیجئے یعنی اپنے بدن کے فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لئے صرف جائز طریقہ ہی اپنایئے ❋ نیز اپنے اعضا کو بھی بدکاری سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کیجئے۔ چنانچہ حضرت عبدُ اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے کوئی چیز صغیرہ گناہوں سے مشابہ اس حدیث کے مقابلہ میں نہیں دیکھی جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے انسان پر بدکاری میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جس سے وہ ضرور دوچار ہو گا۔ پس آنکھ کی بدکاری دیکھنا ہے، زبان کی بدکاری بولنا ہے، دل کی بدکاری یہ ہے کہ وہ خواہش اور آرزو کرتا ہے، پھر شرم گاہ اس خواہش کو سچا کرتی یا جھٹلا دیتی ہے۔[17]

بدکاری کو روکنے میں خواتین کا کردار قرآنِ کریم میں اَلزَّانِیَۃُ کا لفظ پہلے آیا ہے، مطلب یہ ہے کہ عورتیں اس چیز کی اصل ہیں۔ اگر عورتیں اس برے کام کو ختم کرنا چاہیں تو اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتی ہیں۔ عورتیں گھر سے نکلیں تو ایسے خوبصورت لباس و برقعے پہن کر نہ نکلیں یا ایسی خوشبو نہ لگائیں کہ جو غیر مردوں کو مائل کرے، لہٰذا گھر سے پردے کی رعایت کے ساتھ مدنی برقع پہن کر نکلیں اور بازاروں میں بے پردہ نہ پھریں تاکہ کسی قسم کے فتنے فساد کا خطرہ نہ رہے۔ اسی طرح مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں تو معاشرے میں اس بے حیائی والے کام پر کافی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو اس بے حیائی والے کام بدکاری سے بچنے کی توفیق دے۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر ماتریدی، 7/39 2 تفسیر نسفی، ص622 3 تفسیر روح البیان، 5/154 4 تفسیر نور العرفان، ص454 5 تفسیر صراط الجنان، 5/454 ملتقطاً 6 تفسیر خازن، 3/173 7 بخاری، 4/338، حدیث: 6810 8 مشکاۃ المصابیح، 1/656، حدیث: 3582 9 مستدرک، 2/339، حدیث: 2308 10 مسلم، ص66، حدیث: 296 11 مسند امام احمد، 44/413، حدیث: 26830 12 نور العرفان، ص454 13 جہنم کے خطرات، ص33 14 بخاری، 4/342، حدیث: 6824 ملخصاً 15 زواجر، 2/275 16 شعب الایمان، 4/379، حدیث: 5475 17 بخاری، 4/169، حدیث: 6243



موت کی تمنا کرنا

محترمہ بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

حضرت انس بن مالک رضی اللہُ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی کسی مصیبت کے پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کرنا ضروری ہو تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے حق میں زندگی بہتر ہے اور مجھے اس وقت وفات دے جس وقت میرے حق میں موت بہتر ہو۔[1]

شرحِ حدیث

امام ابو زکریا یحیی بن شرف نَوَوِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی مرض، غربت و افلاس، دشمن کے خوف یا اس جیسی دوسری دنیوی تکلیفوں کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جب دینی نقصان یا کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو اس صورت میں موت کی تمنا مکروہ نہیں اور ہمارے بہت سے بزرگوں نے اپنے دین میں فتنے کے خوف سے موت کی تمنا کی ہے۔ اگر کسی کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ مرض کی وجہ سے جس مصیبت میں مبتلا ہے وہ اس پر صبر نہیں کر سکے گا تو وہ ارشادِ نبوی کے مطابق یوں دعا کرے: **اے اللہ! جب تک میرے حق میں زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرا مرنا بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۔** افضل یہی ہے کہ وہ صبر کرے اور تقدیر پر راضی رہے۔[2] حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیماری و آزاری (تکلیف) سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقے سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے، کیونکہ اس خیر و شر میں دین و دنیا کی خیر و شر شامل ہے۔ گویا موت کی تمنا کہہ بھی لی مگر قاعدے سے۔[3]

موت کی تمنا کرنا کیوں منع ہے؟ دنیاوی مصائب یا بیماریوں وغیرہ سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا منع ہے کیونکہ مومن کے لئے تو ہر بیماری اور مصیبت اس کے گناہوں کی معافی اور اس کے درجات میں بلندی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضور کا فرمان ہے: جب مومن بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ پاک اسے گناہوں سے ایسے پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔[4] تو پھر مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جب اس کے بدلے اتنا عظیم انعام دیا جا رہا ہے تو بھلا اس مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کیوں کی جائے! جیسا کہ علامہ ابو الحسن ابنِ بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اس مصیبت سے اس کے دین اور دنیا میں اس کے لئے بھلائی ہوتی ہے یا پھر اس مصیبت سے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔[5]

لمبی عمر ہونا بھلائی ہے موت کی تمنا کرنا اس لئے بھی منع ہے کہ موت سے انسان کے نیک اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، جبکہ زندہ رہنے کی صورت میں اگر وہ گنہگار بھی ہو تو ہو سکتا ہے اس کو توبہ کی توفیق مل جائے اور اگر نیک ہو تو مزید نیکیوں کی توفیق مل جائے۔ یوں دونوں صورتوں میں مومن کے لئے لمبی عمر میں بھلائی ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا کرے نہ وقت سے پہلے مرنے کی دعا کرے۔ کیونکہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور مومن کے لئے لمبی عمر ہونا بھلائی ہے۔[6]

اسے اس روایت سے سمجھ سکتی ہیں کہ قبیلۂ قضاعہ کے دو

شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔ ان میں سے ایک راہِ خدا میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا جبکہ دوسرا سال بھر زندہ رہ کر فوت ہوا۔ ایک صحابی نے خواب میں بعد میں مرنے والے کو شہید سے پہلے جنت میں داخل ہوتے دیکھا تو حیران ہوئے اور صبح ہوتے ہی یہ معاملہ حضور سے عرض کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا: کیا وہ شخص جو سال بھر زندہ رہا، اس نے شہید کے بعد ایک رمضان کے روزے نہ رکھے؟ 6 ہزار رکعات نماز نہ پڑھی؟ اور اتنی اتنی سنتیں زائد نہ پڑھی تھیں؟[7]

افسوس! آج ہمارے معاشرے کا حال یہ ہو چکا ہے کہ آئے دن عورتوں کے متعلق بھی اس طرح کی خبریں سننے کو ملتی ہیں کہ گھریلو ناچاقیوں، سسرال کے جھگڑوں، تنگ دستی، مہنگائی، اولاد کی نافرمانی وغیرہ مسائل سے تنگ آ کر خودکشی جیسا گناہِ عظیم کر بیٹھتی ہیں۔ بلکہ حالات اس قدر نازک ہو چکے ہیں کہ معاذ اللہ نوجوان لڑکے لڑکیاں عشقِ مجازی میں ناکامی کی صورت میں بھی موت کی تمنا کرتے ہیں بلکہ کبھی تو خود اپنے ہاتھوں سے خود کو موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ یاد رکھئے! موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اسی وقت پر آئے گی لیکن مصائب سے تنگ آ کر موت کی تمنا کرنا یا موت کی دعا کرنا یہ بے صبری اور اللہ پاک کی رحمت سے مایوسی کی علامت ہے۔ ایک مومن کی شان نہیں کہ وہ اللہ پاک کی رحمت سے مایوس ہو بلکہ یہ تو کافروں کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے: وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۠ (پ13، یوسف:87) ترجمہ: اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

موت کی تمنا کی جائز صورتیں دنیاوی آزمائشوں اور پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا تو منع ہے لیکن بعض صورتوں میں ایسا کرنا جائز بھی ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ پاک کی محبت اور اس کی ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا کرنا، نیز اس دنیا کی تنگی اور پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے اور ملکِ آخرت اور جنت میں پہنچنے کے لئے موت کی آرزو کرنا ایمان اور اس کے کمال کی نشانی ہے۔[8] اسی طرح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا جائز ہے۔[9] بہارِ شریعت میں ہے: مرنے کی آرزو کرنا اور اس کی دعا مانگنا مکروہ ہے، جبکہ کسی دنیوی تکلیف کی وجہ سے ہو، مثلاً: تنگی سے بسر اوقات ہوتی ہے یا دشمن کا اندیشہ ہے، مال جانے کا خوف ہے اور اگر یہ باتیں نہ ہوں بلکہ لوگوں کی حالتیں خراب ہو گئیں، معصیت میں مبتلا ہیں اسے بھی اندیشہ ہے کہ گناہ میں پڑ جائے گا تو آرزوئے موت مکروہ نہیں۔[10]

شہادت کی دعا کرنا کیسا؟ حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ کہنا جائز ہے: خدایا! مجھے شہادت کی موت دے، خدایا! مجھے مدینہ پاک میں موت نصیب کر۔ چنانچہ عمر فاروق (رضی اللہُ عنہ) نے دعا کی تھی کہ مولا! مجھے اپنے حبیب کے شہر میں شہادت نصیب کر۔ حضرت حفصہ نے عرض کی کہ یہ کیسے ہو سکے گا؟ تو آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ ایسے ہی ہو گا۔ چنانچہ مسجدِ نبوی، محراب النبی، نماز کی حالت میں مُصَلّائے مصطفےٰ پر آپ کو کافر مجوسی ابولُؤلُؤ نے شہید کیا۔[11]

موت کی تمنا کے بجائے کیا کریں؟ آزمائشوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے کے بجائے صبر کریں اور اللہ پاک کی رضا میں راضی رہیں کہ صبر کرنے والوں اور راضی برضا رہنے والوں کا اللہ پاک کی بارگاہ میں بہت بلند درجہ ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۠ (پ2، البقرۃ:153) ترجمہ: بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

---

1 بخاری، 4/13، حدیث: 5671 2 شرح نووی، 9/7، 8، الجزء: 17 3 مراۃ المناجیح، 2/436 4 ترغیب ترہیب، 4/146، حدیث: 42 5 شرح بخاری لابن بطال، 10/111 ملخصاً 6 مسلم، ص1106، حدیث: 6819 7 مسند امام احمد، 14/126، 127، حدیث: 8399 8 اشعۃ اللمعات، 1/697 ملخصاً 9 فضائل دعا، ص182 10 بہارِ شریعت، 5/658، حصہ: 16 11 مراۃ المناجیح، 2/436



ربیع الاول کی عبادات

محترمہ ام غزالی عطاریہ مدنیہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

حضرت امام زکریا بن محمد بن محمود قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ وہ مبارک مہینا ہے جس میں اللہ پاک نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وجودِ مسعود کے صدقے دنیا والوں پر بھلائیوں اور سعادتوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اسی مہینے کی 12 تاریخ کو حضور کی ولادت ہوئی۔[1]

ربیع الاول اسلامی سال کا تیسرا مہینا ہے۔ اس ماہ کو ربیع الاول اس لئے کہتے ہیں کہ موسمِ بہار یعنی سردی اور گرمی کے درمیان کے موسم کو ربیع کہتے ہیں۔ عرب والے موسمِ بہار کے ابتدائی زمانے کو ربیع الاول کہتے تھے، اس میں کھمبی (Mashroom) اور پھول پیدا ہوتے ہیں۔ جو سعادت ربیع الاول کے حصے میں آئی وہ کسی اور مہینے کو نصیب نہ ہوئی۔ اسے کائنات کی سب سے زیادہ عظمت و شان والی ہستی، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے نسبت ہے، اس ماہ کی 12 تاریخ کو پیر کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی۔ یقیناً حضور دنیا میں تشریف نہ لاتے تو کوئی عید، عید ہوتی نہ کوئی شبِ برات، بلکہ کون و مکاں کی تمام تر رونق اور شان حضور کے قدموں کی دھول کا صدقہ ہے۔ حضور ہر پیر شریف کو روزہ رکھ کر اپنا یومِ ولادت منایا کرتے تھے۔ جیسا کہ منقول ہے کہ حضور سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔[2] 12 تاریخ عظمت و شان والی اس لئے ہے کہ اس تاریخ کو کفر و شرک کی ساری اندھیریاں ختم ہو گئیں، ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو گئی اور ہر طرف خوشی کا سماں چھا گیا۔ یہی وہ 12 تاریخ ہے جو عاشقانِ رسول کے لئے عیدوں کی بھی عید اور شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے شک حضور کی ولادت کی رات شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔[3]

ربیع الاول کیسے گزاریں؟ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے خصوصی اہتمام کے ساتھ ربیع الاول کے پورے مہینے کو ہی نیک اعمال میں گزاریئے، اس ماہِ مقدس میں فرض کے ساتھ ساتھ نفل نمازوں کا بھی اہتمام کیجئے۔ کثرت سے تلاوتِ قرآن کیجئے، خوب خوب صدقہ و خیرات کیجئے، اس پورے مہینے بلکہ ہمیشہ ہی ہمیں حضور کا خوب ذکرِ خیر کرنا چاہیے کیونکہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِہٖ یعنی جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔[4]

حضور کے ذکرِ خیر اور آپ سے محبت کے اظہار کا بہترین ذریعہ درودِ پاک پڑھنا ہے کہ اس کی برکت سے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شفاعت نصیب ہو گی۔ اس بابرکت مہینے کے ہر لمحے کو خوب خوب نیکیاں کرتے ہوئے گزاریئے تاکہ ہم پر بھی خوب رحمتوں کا نزول ہو۔ ربیع الاول میں محفلِ میلاد منانا اور ذکر و درود کی محفلیں سجانا ہمارے معمولات میں شامل ہونا چاہئیں۔

ربیع الاول کے نوافل

1- جب ربیع الاول کا چاند نظر آئے تو اس رات دو دو رکعت کر کے سولہ رکعت نفل پڑھئے۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھئے۔ جب سولہ رکعت پڑھ لیں تو یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھئے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔ بارہ دن تک یہ

عمل کرلیں تو حضور کی خواب میں زیارت ہوگی، مگر عشا کی نماز کے بعد اس کو پڑھنا ہے اور باوضو سونا ہے۔[5]

2-ربیع الاول کی پہلی رات نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت نفل اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 3 بار سورۂ اخلاص کی تلاوت کیجئے اور سلام کے بعد 100 مرتبہ یہ درودِ پاک پڑھئے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔[6]

3-ربیع الاول کی پہلی رات اور پہلے دن 4 رکعت نماز اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 7 بار پڑھئے۔ اس نماز کا فائدہ بہت ہے۔[7]

4-ربیع الاول کی تیسری تاریخ کو 4 رکعت نماز نفل اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کیجئے اور اس کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیجئے۔[8]

5-12 تاریخ کو حضور کی روحِ پاک کو ہدیہ پہنچانے کی نیت سے 20 رکعت نفل پڑھئے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 21 مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھئے ان شاء اللہ الکریم اس نماز کے پڑھنے والے کو حضور کی زیارت نصیب ہوگی۔ ایک شخص یہ نماز پڑھتا تھا، اسے خواب میں حضور کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور فرمارہے تھے کہ ہم تمہیں اپنے ساتھ جنت میں لے کر جائیں گے۔[9]

6-اس مہینے میں صحابہ کرام نے 20 رکعت نماز حضور کے ایصالِ ثواب کے لئے پڑھی ہے جس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 21 بار سورۂ اخلاص پڑھئے، اس کے بعد 100 مرتبہ درود شریف پڑھئے، اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔[10]

7-اس ماہ کی 21 تاریخ کو دو رکعت پڑھئے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ مزمل ایک ایک بار پڑھئے، پھر سلام پھیرتے ہی سجدہ کیجئے جو کچھ اللہ پاک سے مانگیں ملے گا اور یہ دعا حضوریِ دل سے پڑھئے: یَا غَفُوْرُ اِغْفِرْ وَالْغُفْرَ فِیْ غُفْرِ غُفْرِكَ یَا غَفُوْرُ۔[11]

وظائف

1-ربیع الاول کی 12، 13 اور 14 رات کو بعد نمازِ عشا یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ 7721 بار پڑھے، برکتِ رزق کے لئے یہ دعا مجرب ہے۔ حُسنِ اتفاق سے 12 ربیع الاول کی شب پیر، یا جمعرات یا جمعہ ہو تو اور افضل ہے۔[12]

2-جو کوئی بارہ ربیع الاول کو یہ کلمات پڑھے پورا سال خوش رہے گا اور یہ بھی منقول ہے کہ وہ بے حساب جنت میں جائے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (7 بار) یَا اَللّٰہُ (7 بار) یَا رَحْمٰنُ (7 بار) یَا غَفُوْرُ (7 بار) یَا رَحِیْمُ (7 بار) یَا حَنَّانُ (7 بار) یَا مَنَّانُ (7 بار) یَا دَیَّانُ (7 بار) یَا سُبْحَانُ (7 بار)۔[13]

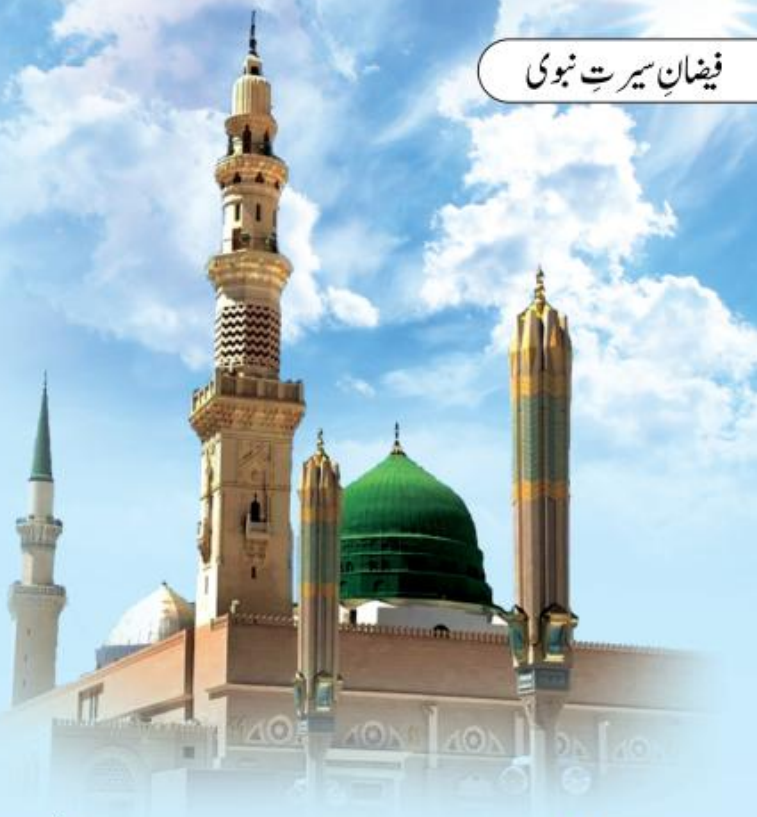
3-ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے 12 تاریخ تک روزانہ بعد نمازِ عشا 1000 مرتبہ یہ درود شریف پڑھنا افضل ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ یہ درودِ پاک پڑھ کر باوضو سوئے ان شاء اللہ الکریم زیارتِ رسول سے مشرف ہوگا۔[14]

ربیع الاول کے روزے

اس ماہ میں فرض و نفل نمازوں کے ساتھ ساتھ نفل روزوں کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ کیونکہ جو کوئی 5، 16 اور 26 ربیع الاول کا روزہ رکھے اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔[15] اور جو کوئی اس مہینے کی 12 تاریخ کو روزہ رکھے تو اسے 1000 برس کی عبادت کا ثواب ملے گا۔[16] اللہ پاک ہمیں بھی اس مہینے کی برکتیں لوٹنے کی سعادت نصیب فرمائے اور اس ماہ کو خوب خوب عبادتوں میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 عجائب المخلوقات، ص68 ملتقطاً 2 مسلم، ص455، حدیث:2750 3 ماثبت من السنۃ، ص100 4 جامع صغیر، ص507، حدیث:8312 5 رکن دین، 1/164 6 لطائف اشرفی، 2/231 7 مرقع کلیمی، ص198 8 جواہر خمسہ، ص21 9 جواہر خمسہ، ص21 10 مرقع کلیمی، ص198 11 جواہر خمسہ، ص21 12 بارہ مہینوں کے فضائل و مسائل، ص37 13 جواہر خمسہ مترجم، ص100 14 بارہ مہینوں کے فضائل و مسائل، ص37 15 مرقع کلیمی، ص198 16 اسلامی مہینوں کے فضائل، ص68



تعلیماتِ نبوی اور ازدواجی زندگی

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ* شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مبارک زندگی ہمارے لیے کامل نمونہ ہے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے زندگی کے ہر ہر شعبے، ہر ہر معاملے میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ اور وہ بھی صرف اپنے اقوال کے ذریعے نہیں بلکہ عملی طور پر زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا۔

ازدواجی زندگی کو کیسے گزارا جائے، شوہر کو کیسا ہونا چاہیے، اپنی بیوی کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے یہ سب بھی ہمیں پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی عملی زندگی سے سیکھنے کو ملتا ہے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جس طرح ہر لحاظ سے اعلیٰ و بہترین تھے اسی طرح بحیثیتِ شوہر بھی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بہترین تھے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خود فرمایا:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ یعنی تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔[1]

ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ فطری طور پر ہر شخص کا مزاج دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ حسنِ سلوک میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہر ایک کے مزاج کے مطابق ہی اس کے ساتھ برتاؤ کیا جائے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی ازواج کے درمیان اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تمام ہی ازواجِ مطہرات اعلیٰ کردار کی مالک تھیں، پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے بے حد محبت فرمانے والی تھیں اور آپس میں بھی ان کے تعلقات انتہائی خوش گوار تھے۔ لیکن کبھی کبھار کسی زوجہ مطہرہ کے مزاج میں کچھ تیزی بھی آجاتی جو کہ ایک فطری عمل ہے۔ ایسے موقع پر بھی پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ان سے ناراض ہونے یا جھڑکنے کے بجائے شفقت و محبت سے ہی پیش آتے۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ایک دن آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم (میری باری کے دن) میرے پاس سے باہر نکلے۔ میں نے دروازہ بند کر دیا۔ آپ تشریف لائے، دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: میں تمھیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم دروازہ کھولو۔ میں نے عرض کی: آپ میری باری میں کسی اور زوجہ کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا: میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے قضائے حاجت کرنا تھی۔[2]

ازواجِ مطہرات سے محبت نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جس کی بدولت شوہر اور بیوی میں بغیر کسی معرفت اور قرابت کے محبت اور ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ پاک کی کمال رحمت ہے۔ جیسا کہ اللہ کریم قراٰن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ

بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ(۲۱)﴾

ترجَمۂ کنزالعرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔[3]

پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بھی اپنی ازواج سے بہت محبت فرماتے اور اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: مجھے اِن کی محبت عطا فرمائی گئی ہے۔[4]

یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت ہی تھی کہ جب تک وہ زندہ رہیں آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کسی اور سے نکاح نہ فرمایا۔

آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ایک مرتبہ اپنی لاڈلی شہزادی حضرت سَیِّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مُخاطب کرکے اِرْشاد فرمایا: ربِّ کعبہ کی قسم! تمہارے والد کو عائشہ (رضی اللہ عنہا) بہت زیادہ محبوب ہیں۔[5]

آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ مل کر بیٹھا کرتے، ان سے گفتگو فرماتے، ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مخصوص ایام میں جب میں پانی پیتی پھر حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو دے دیتی تو جس جگہ میرا منہ لگتا تھا حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم وہیں دَہن مبارک رکھ کر پیتے اور مخصوص ایّام میں ہڈّی سے گوشت نوچ کر کھاتی پھر آپ کو دے دیتی تو آپ اپنا دَہن مبارک اُس جگہ رکھتے جہاں میرا منہ لگتا تھا۔[6]

ازواجِ مطہرات کے درمیان عدل و انصاف جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اس پر ان کے درمیان تقسیم اور عدل و انصاف کرنا واجب ہے لیکن آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر یہ تقسیم اور عدل واجب نہ تھا۔ اس کے باوجود آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ازواجِ مطہرات پر کمال شفقت فرماتے ہوئے ان کے درمیان عدل و انصاف سے ہی کام لیتے تھے۔ سب کو یکساں توجہ اور وقت دیتے، حقوق میں بھی برابری کا لحاظ فرماتے۔ اسی وجہ سے آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے تمام ازواج کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ جس زوجہ مطہرہ کی باری ہوتی اس کی اجازت کے بغیر دوسری زوجہ کے پاس تشریف نہ لے جاتے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے کہ رَسُولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی اَزواج کے دَرمیان باری مقرر فرماتے ہوئے اِنصاف فرماتے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کرتے الٰہی! یہ میری تقسیم ہے اُس میں جس کا میں مالک ہوں پس تو مجھے اُس میں عتاب نہ فرمانا جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں۔ (یعنی قلبی محبت)[7]

یہاں تک کہ سفر پر روانہ ہوتے وقت بھی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ازواجِ مطہرات کے مابین قرعہ اندازی فرماتے، جس زوجہ کے نام قرعہ نکلتا ان کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔[8]

ازدواجی اختلافات میں برداشت، صبر اور حکمتِ عملی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنے اور ازواجِ مطہرات کے درمیان ہونے والے اختلافات کو بھی نہایت صبر اور حکمتِ عملی سے سلجھاتے تھے۔ کبھی بھی غصے و جذبات سے کام نہ لیتے بلکہ نہایت سمجھداری و بردباری سے معاملات کو سلجھایا کرتے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں ایک پیالے میں کچھ کھانا بھیجا، آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خادم کے ہاتھ پر مارا، جس سے وہ برتن گر کر ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ٹوٹے ہوئے برتن کے ٹکڑوں کو جمع کیا، اور اس میں وہ کھانا جمع کیا جو اس میں تھا، اور خادم سے فرمایا: تمہاری ماں کو غیرت آگئی تھی یہ جملہ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے دو مرتبہ فرمایا۔ پھر آپ

نے حضرت عائشہ کا صحیح پیالہ منگوایا اور اُسے اُمّ سلمہ کے پاس بھجوادیا، اور اُمّ سلمہ کا ٹوٹا ہوا پیالہ حضرت عائشہ کو دے دیا۔[9]

ازواجِ مطہرات کے ساتھ خوش طبعی شوہر اگر اپنی بیوی کے ساتھ ہر وقت سنجیدگی اور رعب والا رویہ ہی اپنائے رکھے، بالکل بھی ہنسی مذاق نہ کرے تو اس سے ازدواجی تعلق ایک بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے۔ لیکن ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کبھی بھی اپنی ازدواجی زندگی کو بوجھ بننے نہ دیا بلکہ حسنِ اخلاق کے پیکر ہمارے پیارے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ کمال خوش اخلاقی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے کبھی کبھی ان کے ساتھ خوش طبعی اور ہنسی مذاق بھی فرماتے لیکن آپ کے مزاح میں حق بات کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا اپنی ازواج کو گزرے ہوئے زمانے کے لوگوں کے قصے سنانا بھی ثابت ہے۔

حضرت سیِّدُنا اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم لوگوں میں سب سے بڑھ کر اپنی اَزواج کے ساتھ خوش طبع تھے۔[10]

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کسی سفر میں اپنے سرتاج، صاحبِ معراج صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ تھیں فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں دوڑنے میں آگے نکل گئی پھر (کچھ عرصہ بعد) جب میں ذرا بھاری ہوگئی تو آپ نے دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے پھر فرمایا: یہ اُس جیت کا بدلہ ہوگیا۔[11]

گھریلو ذمہ داریوں میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ تعاون

ہمارے معاشرے میں اگر شوہر بیویوں کے ساتھ گھر کے کام کاج میں مدد کرے تو اس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ یہ کوئی بری بات نہیں بلکہ ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم دو جہاں کے شہنشاہ و مالک ہونے کے باوجود اپنے کام اپنے ہاتھ مبارک سے کرنے کے ساتھ ازواجِ مطہرات کی بھی گھریلو کام کاج میں مدد کیا کرتے تھے۔

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ کیا نبیِ کریم، رؤفٌ رحیم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم گھر میں کام کرتے تھے؟ فرمایا: ہاں آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنے نعلین مبارک خود گانٹھتے، اور کپڑوں میں پیوند لگاتے اور وہ سارے کام کیا کرتے تھے جو مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔[12]

ازواجِ مطہرات کو دینی تعلیم دینا بیوی کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو دینی تعلیمات سکھائے۔ حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بھی اپنی ازواج مطہرات کو دینی تعلیمات سے آگاہ فرماتے اور ازواجِ مطہرات بھی وقتاً فوقتاً آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے شرعی مسائل دریافت فرمایا کرتیں۔ ازواجِ مطہرات جہاں دیگر باتوں میں عام خواتین سے ممتاز ہیں وہیں علمِ دین و فقاہت میں بھی کوئی ان کے مقام و مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ سب آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سکھائی ہوئی تعلیمات کی ہی بدولت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شانِ فقاہت کا عالم تو یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے شاگرد تھے۔

صحابۂ کرام علیہم الرّضوان کو جب بھی کوئی گھمبیر اور نہ حل ہونے والا مسئلہ آن پڑتا تو اس کے حل کے لئے آپ رضی اللہ عنہا کی طرف رُجوع لاتے، چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم اصحابِ رسول کو کسی بات میں اِشکال ہوتا تو اُمُّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں سوال کرتے اور آپ رضی اللہ عنہا سے ہی اس بات کا علم پاتے۔[13]

یونہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی شرعی احکام میں بہت مہارت رکھتی تھیں۔ حضرت سیِّدنا امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كَانَتْ تُعَدُّ مِنْ فُقَهَاءِ الصَّحَابِيَاتِ یعنی آپ رضی اللہ عنہا کو فقہا (یعنی شرعی احکام و قوانین کی ماہر) صحابیات میں شمار کیا جاتا تھا۔[14]

ازدواجی زندگی میں اخلاقیات حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا

ہر ہر انداز نرالا اور قابلِ تحسین ہے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بلاشک وشبہ بہترین اخلاق کے مالک تھے۔

کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا اپنے اہلِ خانہ میں خلق کیسا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: آپ کا اخلاق سارے لوگوں سے عمدہ تھا۔ آپ فحش گو نہ تھے، قصداً بھی بری بات نہ کرتے تھے، بازار میں شور کرنے والے نہ تھے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے، بلکہ درگزر فرماتے اور معاف فرماتے تھے۔ (15)

یونہی ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے اس اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا جو آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی ازواج کے ساتھ تنہائی اختیار فرماتے تھے، تو انہوں نے فرمایا: آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بھی تمہارے مردوں کی طرح ایک انسان تھے، مگر (فرق یہ تھا کہ) آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سب لوگوں سے زیادہ باعزت، سب سے بہتر اخلاق والے، اپنی قوم میں سب سے نرم مزاج اور سب سے زیادہ شرافت والے تھے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم خوب ہنستے اور مسکراتے رہتے تھے۔ (16)

ازواجِ مطہرات کی نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت

جس طرح پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ محبت بھرا سلوک فرماتے اسی طرح ازواجِ مطہرات بھی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے بہت محبت فرماتی تھیں، آپ کی خدمت واطاعت کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے بخوبی ادا کرتیں، کسی بھی معاملے میں آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو رنجیدہ کرنا انہیں گوارا نہ تھا۔ یہ ازواجِ مطہرات کی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت کا واضح ثبوت ہے کہ جب ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ وہ دنیاوی آسائشوں کو اختیار کریں یا اللہ اور اس کے رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو، تو تمام ازواج مطہرات نے دنیاوی آسائشوں کو ٹھکرا کر اللہ اور اس کے رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اختیار کیا۔ آپ کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہر مشکل گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت اور آپ سے جدائی کے خوف سے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ اسی طرح دیگر ازواج بھی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے بہت محبت فرماتی تھیں۔

ازدواجی تعلقات کو خوشگوار کیسے بنائیں؟

پیاری بہنو! آج کل اکثر گھروں میں آئے دن میاں بیوی آپس میں الجھتے، جھگڑتے، ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے دکھائی دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف گھر کا ماحول خراب ہوتا ہے بلکہ بچوں کی تربیت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ ان سب مسائل کے حل کے لیے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے باہمی تعلقات میں ہمارے لیے بے شمار مدنی پھول ہیں۔ ایک سمجھدار اور باشعور عورت جھونپڑی کو بھی محل بنا سکتی ہے۔

یاد رکھیے! مکان کا چھوٹا بڑا ہونا، آمدن کم زیادہ ہونا، روزگار کے مسائل ہونا وغیرہ یہ سب عام باتیں ہیں جن سے ہر انسان کا کبھی نا کبھی واسطہ پڑتا ہے۔ اصل چیز محبت، توجہ، احساس اور سکون ہے جو شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے سے چاہیے ہوتا ہے۔ اور اگر شوہر بیوی کے باہمی تعلقات اچھے ہوں تو اس سے گھر کا ماحول بھی خوشگوار ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلامی بہنوں کو بھی چاہیے کہ اللہ و رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے، سیرتِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم و ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کریں۔

---

(1) ابن ماجہ، 2/478، حدیث: 1977 (2) الطبقات الکبریٰ، 8/109 (3) پ21، الروم: 21 (4) مسلم، ص 1016، حدیث: 6278 (5) ابوداؤد، 4/359، حدیث: 4898 (6) مسلم، ص138، حدیث: 692 (7) ترمذی، 2/374، حدیث: 1143 (8) بخاری، 2/173، حدیث: 2593 (9) بخاری، 3/470، حدیث: 5225، سبل الہدی والرشاد، 9/69 (10) فیض القدیر، 5/229، تحت الحدیث: 6865 (11) ابوداؤد، 3/42، حدیث: 2578 (12) مسند امام احمد، 9/519، حدیث: 25396 (13) ترمذی، ج5، ص471، حدیث: 3909 (14) سیر اعلام النبلاء، 3/475 (15) مسند احمد، 43/131، حدیث: 25990 (16) سبل الہدیٰ والرشاد، 11/147۔



تربیتِ اولاد کے مصطفوی اصول

ام ہالہ عطاریہ مدنیہ* لاہور*

اولاد کی تربیت کی اہمیت سے انکار ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ تربیت ہی انسان کی شخصیت کو نکھارتی، معاشرے کا مفید انسان بناتی ہے، تربیت سیکھے ہوئے علم کو عمل میں لانے اور درست سمت میں استعمال کا طریقہ سکھاتی ہے۔ تربیت یافتہ اولاد ہی دین و ملت کا بہترین سرمایہ بنتی ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے اپنی اولاد کی دینی و دنیوی تربیت کو ہر گز نظر انداز نہ کریں۔

بچے اور بچیاں اللہ کریم کا انمول تحفہ ہیں، اس لیے اُن سے بد سلوکی ہر گز اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ چوں کہ بچپن میں تو اللہ پاک کے یہاں بھی ان کے **"گناہ"** شمار نہیں ہوتے لہٰذا بچے اگر جان بوجھ کر بھی کوئی ناپسندیدہ کام کر ڈالیں، قیمتی چیز کو نقصان پہنچا دیں تو بھی اُنھیں مارنے کی ضرورت نہیں بلکہ اُنھیں نرمی سے سمجھایا جائے اور ناپسندیدہ باتوں سے دوری اختیار کرنے کی ترغیب حکیمانہ انداز میں دی جائے۔

نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سیرت بحیثیت مربی نبی پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ذاتِ اقدس معلمِ اعظم ہے اور اسی پر آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔[1]

تاریخ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے معلمانہ طرز، مربیانہ اندازِ فکر و نظر پر آج بھی حیران ہے۔ ہمارے نبیِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ایسے معلمِ اعظم ہیں کہ جہالت کے اندھیروں میں کھوئے ہوئے لوگ ہدایت کے چمکتے دمکتے روشن ستارے بن گئے۔

رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: کوئی اپنے بچے کو ادب کی تعلیم دے اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع خیرات کرے۔[2] یعنی اپنی اولاد کو ایک اچھی بات سکھانا خیرات کرنے سے افضل ہے۔[3]

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فصل کا کوئی پھل پکتا تو لوگ اسے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں لایا کرتے، آپ اس پر یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے مدینے میں، ہمارے پھلوں میں اور ہمارے مُد اور صاع میں برکت دے۔ اس کے بعد جو بچے حاضرِ خدمت ہوا کرتے ان میں سب سے چھوٹے کو وہ پھل عنایت فرما دیتے۔[4]

تعلیم و تربیت کا آغاز بچپن سے بچوں کی تعلیم و تربیت کا آغاز ان کی ولادت سے پہلے ہی ہو جاتا ہے یعنی زمانۂ حمل کے دوران ماں کے عقائد و نظریات، افعال و کردار کا اثر اس کے پیدا ہونے والے بچے پر پڑتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ رضاعت طبیعت کو بدل دیتی ہے۔[5]

اس لیے ماں کو چاہیے اس دور میں خاص طور پر نمازوں ذکر و اذکار اور تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرے ہر وقت گناہوں سے بچے بالخصوص اس زمانہ میں گناہ و نافرمانی سے خود کو بچائے

کہ اس کے منفی اثرات سے بچہ متاثر نہ ہو، ولادت کے بعد بچپن ہی سے مرحلہ وار بچے کے اندر اسلامی عقائد و نظریات کو پختہ کیا جائے، نماز کی پابندی کا ذہن دیا جائے بلکہ اپنے ساتھ نماز پڑھوائی جائے، پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بچوں کو نماز کا حکم دو جب سات سال کے ہو جائیں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو۔ (6)

سات آٹھ برس کی عمر میں بچے اچھے اور بُرے کے درمیان تمیز کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جب کسی ایسے بچے کو غلط حرکت کرتا دیکھتے تو اُسے پیار، شفقت اور اچھے انداز میں سمجھاتے تھے۔ اُن کو بتاتے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا۔ یہ نہیں کہ اُنھیں ڈانٹتے ڈپٹتے یا دوسروں کے سامنے ذلیل کرتے۔

عملی نمونہ پیش کرنا ماں باپ جو اپنی اولاد کی دینی، دنیاوی، روحانی اور اخلاقی تربیت کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ اچھی عادات و اچھے اخلاق اپنائیں کیونکہ بچے نصیحت اور باتوں سے اتنا نہیں سیکھتے جتنا وہ اپنے بڑوں کو دیکھ کر سیکھتے ہیں اگر والدین خود اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے تو ان کو دیکھ کر بچوں میں بھی دینی شعور بیدار ہو گا۔

دینی تعلیم و اخلاقی تربیت آپ کی اولاد صرف آپ کے بچے ہی نہیں بلکہ اللہ کریم کے بندے اور امتِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے افراد ہیں، امتِ مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہیں، قوم کی طاقت ہیں اس لیے والدین کی اہم ذمہ داری ہے کہ ان بچوں کو اپنے فرائض منصبی سے آگاہ کریں، ان کے اندر دینی روح پھونکیں۔ اس کے لیے دین کی بنیادی تعلیم دینا نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا بچے کی ذہنی سطح کے مطابق توحید و رسالت اور دیگر بنیادی عقائد کو دل و دماغ میں پختہ کیا جائے جن کے ماننے سے ایک انسان صحیح العقیدہ عاشقِ رسول مومن بنتا ہے اس کے ساتھ ساتھ آدابِ زندگی سکھانے اور اخلاق و کردار کو سنوارنے پر مکمل توجہ دینی چاہیے چنانچہ اس سلسلے میں آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سیرت مبارکہ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

حضرت عُمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں جب چھوٹا تھا تو رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ کھانا تناول کرتے ہوئے میرا ہاتھ برتن میں ادھر اُدھر چلا جاتا تھا۔ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ (7)

بچوں سے محبت و شفقت بچوں سے محبت و شفقت نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا خاص وصف رہا ہے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھوں پر بٹھایا ہوا ہے اور آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرما رہے ہیں: اے اللہ! میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ (8)

محبت، شفقت و نرمی اولاد کا بنیادی حق ہے۔ حضور سید عالم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بچوں پر بہت ہی شفیق تھے بچوں کو سلام میں پہل کرتے، ان کو گلے لگاتے، منہ چومتے، پیار سے سونگھتے ان کی نرمی و محبت سے تربیت فرماتے، لہٰذا اس سلسلے میں نبیِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت پیار، محبت و نرمی سے کی جائے ورنہ بے جا سختی اور وقت بے وقت کی ڈانٹ ڈپٹ بچوں کو ڈھیٹ و نافرمان بنا دیتی ہے۔ سب کے سامنے ڈانٹ کر سمجھانا بچوں کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے۔ بچوں کی تربیت ان کی عمر اور ذہنی سطح کے اعتبار سے مرحلہ وار کی جائے جیسے جیسے بچوں کی عمر بڑھتی جائے ویسے ہی ان کی تربیت کا معیار بھی بڑھتا جائے۔

بچوں کی تربیت میں ان کی نفسیات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے حکمتِ عملی کے ساتھ ان کے اندر پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے عمدہ کام کرنے پر حوصلہ افزائی کر کے مزید آگے بڑھایا جائے غیر شرعی و نامناسب کاموں پر نرمی سے منع کرتے ہوئے ایسے کاموں کی برائی بتائی اور سمجھائی جائے۔ گھر میں تلاوتِ قرآن،

درود شریف اور ذکر اذکار بچوں کے سامنے کریں بچوں کو ان عبادتوں کی عملی ترغیب ملے گی۔

الغرض یہ کہ والدین بچوں کو اللہ کریم کا فرمانبردار بندہ، نبیِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا وفادار امتی اور خاندان و معاشرے کا مفید انسان بنانے میں اپنی تمام صلاحیتوں کو استعمال کریں تاکہ دین و ملت کو بامقصد، بااخلاق و باکردار افراد مہیا کر سکیں کہ نیک اولاد بہترین صدقہ جاریہ ہے۔

اس کے لیے قرآنی دعاؤں سے بھی راہنمائی حاصل کیجیے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ(۴۰) رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ(۴۱)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہو گا۔[9]

بچوں کی حفاظت اور عمدہ تعلیم و تربیت کے لیے عملی اقدامات کے ساتھ دعا سے ہرگز غفلت نہ برتیں ان کے نیک و صالح ہونے کی دعا بھی لازمی کرتے رہیں۔

تربیتِ اولاد میں ماں کا کردار تربیتِ اولاد کی زیادہ ذمہ داری ماں پر آتی ہے کہ بچے کا اکثر وقت ماں کے ساتھ ہی گزرتا ہے عموماً وہی بچے کو اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کھانا پینا سکھاتی ہے لہٰذا ابتدا ہی سے بچے کو یہ سب امور سنت کے مطابق کرنے کی عملی طور پر ترغیب دلاتی رہے۔

ماں کو چاہیے اپنے بچوں کو اللہ کریم کی محبت و معرفت سکھائے اردگرد موجود چیزوں کے متعلق بتائے کہ انہیں اللہ کریم نے ہمارے استعمال کے لیے پیدا فرمایا ہے وہ اپنی مخلوق سے بہت محبت کرتا ہے دنیا کی سب سے بڑی طاقت اللہ کریم کی محبت اور رسول پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا عشق ہے اسی لیے ایک مسلمان والدہ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو کامل مومن بنائے اور تکمیلِ ایمان کے لیے محبتِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم شرط ہے لہٰذا بچپن ہی سے عشقِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اولاد کے سینوں میں بسادے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے شکست نہ دے سکے۔

اسی لیے نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین باتوں کی تعلیم دو: 1 اپنے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی محبت 2 اپنے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے اہلِ بیت کی محبت اور 3 قرآن کی تلاوت۔[10]

مائیں بچوں کو سنائیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تعداد کی کمی کے باوجود دشمنانِ اسلام کے سامنے کس قدر شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا، ان کے ننھے منے دل و دماغ میں اسلام کی حقانیت کا ایسا سکہ جما دیں کہ وہ زندگی کے ہر موڑ پر اسلام کی خاطر مر مٹنے کے لیے تیار رہیں۔

تربیت کرنے والوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ خود بھی سیرتُ النبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا مطالعہ کریں اور بچوں کو بھی سیرت کی کتب خرید کر دیں ان کے سامنے پڑھیں اور سیرتِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے واقعات و معجزات بچوں کے سامنے کہانی کی صورت میں بیان کریں۔

اس لیے تمام والدین اور سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ وقتاً فوقتاً سیرتِ نبوی کا مطالعہ کرتے رہیں، تاکہ اُن پر یہ واضح ہو سکے کہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بچوں کے ساتھ کس قسم کا انداز رکھا، اور پھر اس کی روشنی میں وہ بچوں کی صلاح و فلاح کے لیے راستے ہموار کریں۔

اللہ پاک والدین کو تربیتِ اولاد کے اس فریضے کو اَحسن طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) مشکاۃ المصابیح، 1/67، حدیث: 257 (2) ترمذی، 3/382، حدیث: 1958 (3) مراٰۃ المناجیح، 6/564 (4) مسلم، ص547، حدیث: 3334 ملتقطاً (5) جامع صغیر، ص277، رقم: 4525 (6) ابو داود، 1/208، حدیث: 494 (7) بخاری، 3/70، حدیث: 5376 (8) مسلم، ص1013، حدیث: 6259 (9) پ13، ابراھیم: 40، 41 (10) جامع صغیر، ص25، رقم: 311۔



چھوٹی بچیوں پر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شفقتیں

بنت منصور عطاریہ مدنیہ* معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز E.1 جوہر ٹاؤن لاہور

آقا کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہمارے لیے رحمت بن کر اس دنیا میں تشریف لائے ہیں، آپ کی تشریف آوری سے دورِ جاہلیت کے کثیر غلط رواج آپ کے صدقے ختم ہوگئے۔ آقا کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دریائے رحمت سے نا صرف بڑوں نے حصہ پایا بلکہ بچیوں کو بھی حصہ ملا۔ آپ اپنی شہزادیوں کی طرح خاندان کی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بچیوں سے بھی بہت محبت فرماتے، وقتاً فوقتاً بچیوں کو تحفے عطا فرماتے اور ان کو دعاؤں سے بھی نوازتے جیسا کہ حضرت اُمِّ خالد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے پاس کپڑے آئے جن میں ایک سیاہ چادر تھی، آپ نے فرمایا: تمہاری کیا رائے ہے، یہ چادر ہم کس کو پہنائیں؟ پس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے، آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: میرے پاس اُمِّ خالد کو لاؤ، پس مجھے نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے پاس لایا گیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے مجھے وہ چادر پہنائی اور دو مرتبہ فرمایا: تم اس کو بوسیدہ کرو اور پرانا کرو، پھر آپ اس چادر کے نقش و نگار کی طرف دیکھنے لگے اور ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرکے فرمارہے تھے: اُمِّ خالد یہ بہت عمدہ ہے۔[1] یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت اُمِّ خالد چھوٹی بچی تھیں۔[2] نیز یتیم بچیوں کی دل جوئی فرماتے اور ان کو بھی تحائف عطا فرماتے اور ان کی پرورش بھی فرمایا کرتے جیسے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی یتیم بچیوں کی شفقت و محبت سے پرورش فرمائی، آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ان بچیوں کو سونے کی خوبصورت بالیاں پہنائیں جن میں قیمتی موتی لگے ہوئے تھے[3] اسی طرح حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی ننھی نواسی حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا سے بھی بے حد پیار فرماتے آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ہی ان کی پرورش فرمائی۔ ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں ہدیہ پیش کیا گیا جس میں ایک قیمتی ہار بھی تھا آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: یہ میں اسے دوں گا جو مجھے بہت پیارا ہے۔ پھر آپ نے حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں پہنا دیا۔[4] اسی طرح بچیوں کو محبت سے پکارتے تھے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا جب حضورِ اقدس صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے نکاح مبارک میں آئیں تو ان کی ایک بیٹی زینب دودھ پیتی

تھیں، رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تشریف لاتے تو بڑی محبت سے پوچھتے: زُناب کہاں ہے؟ زُناب کہاں ہے؟[5]

حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم مکہ سے جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنو نجار کی چھوٹی بچیاں خوشی اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے قصیدہ پڑھنے لگیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

یعنی ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں اور حضرت محمد صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہمارے کتنے ہی اچھے ہمسائے ہیں۔

آقا کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اللہ پاک جانتا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔[6]

آقا کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی زندگی سے ملنے والے درس:

❁ بچیوں کی تربیت خوب شفقت و نرمی کے ساتھ کی جائے ان پر اپنا مال خرچ کیا جائے ان کی ضروریات کو اَحسن انداز سے پورا کیا جائے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

❁ اگر کبھی کوئی بات ناگوار گزرے تو جھاڑ جھپٹ کی جگہ بہتر انداز اختیار کیا جائے، یا خاموشی اختیار کر کے احساس دلایا جائے۔

❁ بچیوں کو آخرت پر توجہ دلائی جائے، نماز روزے، لباس و پردے کے شرعی احکام سکھانے کا اہتمام کیا جائے۔

❁ بچیوں کو دنیا کی ذلت نہیں بلکہ آخرت کی عزت جانیں، ان کی شادی سے قبل بھی احسن سلوک کریں اور بعد شادی بھی احسن انداز اختیار کریں۔ ایسا نہ ہو کہ رخصت کر کے بھول گئے بلکہ ان کے پاس جائیں تو کبھی ان کو بلائیں۔ آنا جانا رکھیں، بعد شادی بھی ان کی ضرویات کا خیال رکھیں، کچھ اچھا پکائیں یا گھر لائیں تو ان کو بھی اپنی استطاعت کے مطابق بھیجیں، ان کی حاجت کا علم ہو تو پیش کریں، بیمار ہوں تو عیادت کو جائیں، نیز جب بیٹیاں ملاقات کے لیے گھر آئیں تو محبت سے خوش آمدید کہیں اور تحفے بھی ہو سکے تو پیش کریں۔

❁ اگر بعد شادی بھی بیٹی کے ہاں کوئی پریشانی آ جائے مثلاً بیوہ ہو جائے یا طلاق تو اس کو بوجھ نہ سمجھیں بلکہ تب بھی احسن انداز اختیار فرمائیں، طعن و تشنیع نہ فرمائیں کہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین صدقہ پر رہبری نہ کروں، تمہاری وہ بیٹی جو تم تک لوٹا دی جائے، تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔[7] یعنی تمہاری وہ بیٹی جس کا خاوند فوت ہو گیا یا پاگل دیوانہ ہو گیا یا گم ہو گیا یا اس نے طلاق دے دی مگر لڑکی کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی یا اسے اچھا رشتہ ملتا نہیں اس لیے مجبوراً وہ میکے میں آ گئی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس کی پرورش کرنا بہترین صدقہ ہے کہ وہ اب بے آس ہو کر تمہارے سہارے پر تمہارے پاس آئی۔[8]

الحاصل:

حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سیرت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بچیوں سے محبت، عزت اور شفقت نہ صرف ایک اخلاقی عمل ہے بلکہ نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ آج کے معاشرے کو چاہیے حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سیرت کو نمونہ بنا کر بچیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو فروغ دے۔ سیرتِ مصطفےٰ میں بچیوں کے لیے محبت کی وہ روشنی ہے جو ہر دور میں مشعلِ راہ ہے۔

اللہ پاک ہمیں سمجھ بوجھ عطا فرمائے کہ ہم اپنی بچیوں کے ساتھ احسن سلوک کریں۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) بخاری، 4/63، حدیث: 5845 (2) دیکھئے: بخاری، 2/581، حدیث: 3874 (3) دیکھئے: طبقات ابن سعد، 8/349 (4) مسند احمد، 41/232، حدیث: 24704 (5) سنن کبریٰ للنسائی، 5/294، حدیث: 8926 (6) ابن ماجہ، 2/439، حدیث: 1899 (7) ابن ماجہ، 4/188، حدیث: 3667 (8) مرآۃ المناجیح، 6/584۔



حضور کی صدیقِ اکبر سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 40 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

بنتِ الطاف حسین
(فرسٹ پوزیشن: فیضانِ فاطمہ زہرا چینوٹ)

یوں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تمام صحابہ کرام کو محبوب رکھتے تھے مگر اس محبوبیت سے جو خاص حصہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا، تاریخِ محبت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضور کو آپ سے اس انتہا کی محبت تھی کہ آپ نے فرمایا: اَبُوْبَکْرٍ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ یعنی ابوبکر مجھ سے ہیں اور میں ابوبکر سے ہوں۔[1] اور اپنی اُمت کے لئے بھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت کو واجب قرار دیا۔[2]

محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اپنے عاشقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کا اندازہ ان احادیث سے لگائیے:

محبوبِ حبیبِ خدا حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عَمْرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خیرُ الانام میں عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ۔ پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: عائشہ کے والد (ابو بکر صدیق۔)[3]

خلوتوں کے انیس مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت اور رفاقت ایسی بے مثال ہے کہ خود خدائے رحمٰن بھی اس کا پاس رکھتا ہے، جیسا کہ سفرِ معراج میں جب حضرت جبریل علیہ السلام رک گئے تو آگے جاکر حضور کا مبارک دل تنہائی سے گھبرانے لگا، اس پر اللہ پاک نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں ایک کلام پیدا کیا: قِفْ یَا مُحَمَّدُ! فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ۔ یہ آواز سنتے ہی آپ کا مبارک دل تسکین پاگیا۔ گویا تنہائی میں اگر کسی سے حضور کا دلِ اقدس راحت پاتا ہے تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اسی لئے غارِ ثور کی تنہائی میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا ساتھی بنایا۔[4]

جنت میں رفاقت کی دعا حضور کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قدر عزیز تھے کہ جہاں ساری اُمّت جنت میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پڑوسی بننے کی تمنا رکھتی ہے وہیں خود مالکِ جنت نے یارِ غار و یارِ مزار رضی اللہ عنہ کو اپنا رفیق بنانا پسند فرمایا، جیسا کہ حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! تو نے غار میں صدیق کو میرا رفیق بنایا تھا، اسے جنت میں بھی میرا رفیق بنادے۔[5]

الغرض حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے عاشقِ صادق پر اپنی خاص محبت کے وہ پھول نچھاور فرمائے کہ انہیں محبوبِ حبیبِ خدا بنادیا۔ مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبی کا اور خدا کا مدح گو صدیقِ اکبر ہے نبی صدیقِ اکبر کا خدا صدیقِ اکبر کا

اللہ پاک ہمیں بھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بے لوث محبت عطا کرے اور آپ کے صدقے ہماری بے حساب بخشش ہو۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بنتِ ریاض
(سیکنڈ پوزیشن: فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ)

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے خلیفہ ہیں۔ یوں تو تمام صحابہ کرام ہی مُقْتَدٰی بِہٖ یعنی جن

کی اقتدا کی جائے، ستاروں کی طرح اور شمعِ رسالت کے پروانے ہیں لیکن صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق میں افضل ہیں، جو محبوبِ حبیبِ خدا ہیں، جو عتیق بھی ہیں، صادق بھی ہیں، صدیقِ اکبر بھی ہیں، جو زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دوست بھی ہیں، جو یارِ غار بھی ہیں، جو ہجرت کی رات معراج کے دولہا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے کاندھوں پر اٹھانے والے ہیں۔ وہ ایسے یارِ غار ہیں کہ جو حضور کی خاطر اپنی جان کی پروانہ کریں اور جو حضور کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی وہ عظیم صحابی ہیں جنہیں حضور نے اپنی پوری زندگی میں سب سے زیادہ قریب اور محبوب رکھا۔ حضور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے اور انہیں اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں کئی مواقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ رکھا اور انہیں اپنے بعد خلیفہ بھی منتخب فرمایا۔ چنانچہ حضور کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کے متعلق کچھ احادیثِ کریمہ پیشِ خدمت ہیں:

☆ بروزِ قیامت میرے پاس سب سے پہلے ابو بکر صدیق آئیں گے۔[6]

☆ اے ابو بکر! تم غار میں میرے ساتھی تھے اور حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوگے۔[7]

☆ اے اللہ! تو نے غار میں صدیق کو میرا رفیق بنایا تھا جنت میں بھی اسے میرا رفیق بنادے۔[8]

☆ کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے۔[9]

☆ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ کو سب سے بڑھ کر کون محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا: عائشہ۔ پھر عرض کی: مردوں میں سے کون ہے؟ فرمایا: عائشہ کے والد۔[10]

قربان جایئے! محبتِ رسول پر کہ حضور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ صرف دنیا میں اپنا رفیق بنایا بلکہ آخرت میں بھی اپنا ساتھی بنایا اور جسے بروزِ قیامت حضور کا ساتھ نصیب ہو جائے اس کے تو وارے ہی نیارے ہیں۔

اے کاش! ہمیں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صدقے بروزِ قیامت حضور کا ساتھ نصیب ہو جائے اور حوضِ کوثر سے بھی سیراب ہونا نصیب ہو۔ اٰمین

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے درمیان قائم محبت، اخلاص اور رفاقت ایک مثالی نمونہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہر قربانی، ہر قدم اور ہر عمل نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ان کی محبت محض زبانی دعوؤں پر مشتمل نہیں بلکہ یہ جان، مال اور ہر لحاظ سے کی گئی عملی قربانیوں سے آراستہ تھی۔ یہ تعلق نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے دوستی، وفاداری اور عقیدت کا ایک لازوال سبق بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کا بیان بہت لمبا ہے جو اس تحریر میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے مکتبہ المدینہ کی کتاب **فیضانِ صدیقِ اکبر** کا مطالعہ کیجئے۔ اللہ پاک نے چاہا تو ان کا فیضان نصیب ہو گا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے عشقِ رسول کے صدقے ہمیں بھی عشقِ رسول عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 جامع صغیر، ص11، حدیث:72 2 الریاض النضرۃ، 1/129 ملخصاً 3 بخاری، 3/126، حدیث:4358 4 مقالات سعیدی، ص196 ملخصاً 5 تاریخ ابن عساکر، 30/151، رقم:6192 6 الریاض النضرۃ، 1/164 7 ترمذی، 5/378، حدیث: 3690 8 تاریخ ابن عساکر، 30/151، رقم:6192 9 ترمذی، 5/374، حدیث: 3681 10 بخاری، 3/126، حدیث:4358



حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط 8)

گزشتہ سے پیوستہ گزشتہ قسطوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور سے احکام خداوندی تختیوں کی شکل میں لانے تک واقعات کا ذکر ہو چکا ہے، اب اس کے بعد رونما ہونے والے معجزات و عجائبات ملاحظہ فرمائیے:

جہاد کا حکم اور اس سے انکار کی سزا

بنی اسرائیل کا اصل آبائی وطن ملک شام تھا، جس کو چھوڑ کر یہ مصر آ گئے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دور سے اب تک یہیں مقیم تھے، اس دوران ملکِ شام پر قوم عمالقہ نے قبضہ کر لیا تھا، عمالقہ بڑی جنگجو، طاقتور، دراز قامت اور مضبوط قلعوں والی قوم تھی۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ پاک نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ملک شام واپس جائیں اور عمالقہ سے جہاد کر کے اپنا وطن آزاد کروائیں!

بنی اسرائیل نے اولاً ٹال مٹول کی لیکن آخر کار نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں جہاد کے لئے روانہ ہونا پڑا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے کچھ لوگوں کو روانہ فرمایا، مگر جب ان لوگوں نے واپس آ کر قومِ عمالقہ کی قوت و جبروت، ان کے قد و قامت اور ان کے مضبوط قلعوں کے بارے میں بتایا تو وہ لوگ یہ سب سن کر بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگے: ہم ایسی جابر قوم سے ٹکر لے کر اپنے بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ نہیں کرنا چاہتے، آپ اور آپ کا رب جا کر پہلے ان سے لڑیں اور شہر خالی کروائیں، جب وہ وہاں سے نکل جائیں گے تب ہم وہاں جائیں گے۔ قرآن نے اسے کچھ یوں بیان کیا ہے: قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (پ6، المائدۃ:24) ترجمہ: (پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جب وہ جہاد سے منہ موڑ کر جانے لگے تو اپنے گھروں میں واپس نہ پہنچ سکے بلکہ میدانِ تیہ میں ہی حیران و پریشان گھومتے رہے، وہ اپنے گھر کے لئے دن بھر سفر کرتے مگر رات بسر کرنے کے بعد صبح خود کو وہیں پاتے جہاں سے گزشتہ صبح سفر کا آغاز کیا تھا حتی کہ 40 سال تک وہ اس میدان میں انتہائی حیرانی و پریشانی کے عالم میں بھٹکتے رہے۔[1]

میدانِ تیہ کی پیمائش تقریباً ستائیس میل[2] یا بارہ میل تھی اور اس میں محصور ہونے والے لوگوں کی تعداد چھ لاکھ تھی۔[3] اتنی بڑی تعداد کا اتنے سے میدان میں چالیس سال تک بھٹکتے رہنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکنا خلافِ عادات میں سے ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔[4]

سرکشی کے باوجود کرم نوازیاں

بنی اسرائیل کی بزدلی اور حکم عدولی کے باوجود اللہ پاک نے میدانِ تیہ میں بھی ان پر بے شمار انعامات فرمائے، چنانچہ اس بے آب و گیاہ میدان میں جہاں نہ کوئی سایہ تھا، نہ کوئی درخت، نہ ہی کوئی عمارت، نہ پینے کے لئے پانی اور نہ ضروریاتِ زندگی کے دیگر لوازمات۔ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وہاں دھوپ سے بچاؤ کے لئے بادل بطور سائبان نازل فرما دیا جو ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا، جب انہیں بھوک و پیاس لگی تو آسمان سے من و سلویٰ اتارا، کھانے کے بعد پیاس سے بے قرار ہوئے تو حضرت موسیٰ نے پتھر پر اپنا عصا مارا تو

اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ کر بہنے لگے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ایک ایک چشمے سے پانی پینے اور اپنے جانوروں کو پلانے لگے، ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوتے نہ پھٹتے تھے اور ان کے بچوں کے جسم کے ساتھ بچوں کا لباس بھی بڑھتا رہتا تھا۔ پورے چالیس سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جس پتھر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چشمے جاری فرمائے یہ مکعب شکل کا (چوکور) پتھر تھا اور اس کی چاروں سمت سے تین تین چشمے جاری ہو گئے تھے۔[5]

احکامِ الٰہی کا مذاق اور اس کی سزا

چالیس سال قید میں رہنے کے بعد انہیں اس شہر میں داخل ہونے کی اجازت ملی اور حکم دیا گیا کہ اس شہر کے دروازے سے جھک کر اور زبان سے "حطۃ (کلمۂ استغفار)" کہتے ہوئے داخل ہوں، بنی اسرائیل نے ان دونوں احکام کی خلاف ورزی کی، سجدہ کرنے کے بجائے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حطۃ کے بجائے حِنْطَۃ (گندم) یا حَبَّۃٌ فِی شَعْرَۃٍ (بال میں دانہ) کہنے لگے۔

احکامِ الٰہی کا مذاق اڑانے اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر طاعون کا عذاب نازل کیا گیا جس سے ستر ہزار کی تعداد میں یہ لوگ ہلاک ہو گئے۔[6] قرآن میں یہ واقعہ کچھ یوں مذکور ہے:

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْؕ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ(۵۸) فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ(۵۹) (پ 1، البقرۃ: 58، 59)

ترجمہ: اور جب ہم نے انہیں کہا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہونا اور کہتے رہنا، ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ عطا فرمائیں گے، پھر ان ظالموں نے جو اُن سے کہا گیا تھا اسے ایک دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے آسمان سے ان ظالموں پر عذاب نازل کر دیا کیونکہ یہ نافرمانی کرتے رہے تھے۔

بلعم بن باعوراء کا واقعہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین (عمالقہ) سے جنگ کے ارادے سے مع لشکر ملک شام میں قیام فرمایا تو بلعم بن باعوراء سے اس کی قوم نے کہا کہ یہ لوگ ہمیں ہمارے شہر سے نکال کر بنی اسرائیل کو یہاں آباد کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا تمہارے پاس اسمِ اعظم ہے اور تمہاری دعا قبول ہوتی ہے، تم اللہ سے دعا کرو وہ انہیں یہاں سے نکال دے۔ بلعم نے پہلے تو بہت انکار کیا لیکن جب قوم نے ہدیے اور نذرانے دیئے تو وہ ان کی باتوں میں آ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بد دعا کرنے کے لئے اپنی گدھی پر بیٹھ کر ایک پہاڑ کی طرف نکلا، راستے میں اس کی گدھی نے اسے کئی بار گرایا مگر وہ پھر اس پر سوار ہو جاتا آخر کار اللہ کے حکم سے گدھی نے اس سے کلام کیا اور کہا: افسوس! اے بلعم! تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ فرشتے مجھے جانے سے روک رہے ہیں! کیا تو اللہ کے نبی اور فرشتوں کے خلاف بد دعا کرنے جا رہا ہے؟ وہ پھر بھی باز نہ آیا اور بد دعا کرنے پہاڑ پر چڑھ گیا، اب بلعم جو بد دعا بنی اسرائیل کے لئے کرتا اللہ پاک اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تو بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آ جاتا۔ اس کی قوم نے کہا: یہ تو کیا کر رہا ہے؟ بنی اسرائیل کے لئے دعا اور ہمارے لئے بد دعا کر رہا ہے؟ بلعم نے کہا: اب اللہ کی قدرت مجھ پر غالب آ گئی ہے، میری زبان میرے اختیار میں نہیں رہی! اتنا کہنے کے بعد اس کی زبان نکل کر اس کے سینے پر لٹک آئی اور وہ ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔[7] (یہ سلسلہ جاری ہے اور اگلی اقساط میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزید معجزات و عجائبات بیان ہوں گے۔)

---

1 تذکرۃ الانبیا، ص 557 ملخصاً 2 سیرت الانبیا، ص 630 3 تفسیر ابو سعود، 1/128 4 تفسیر قرطبی، 3/70، جزء: 6 5 تفسیر ابو سعود، 1/126، 128 ملتقطاً 6 تفسیر خازن، 1/56 7 تفسیر بغوی، 2/179، 180 ملتقطاً



سیدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا (قسط 1)

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند، کنیت اُمِّ سَلَمہ، والد کا نام حذیفہ یا سہیل اور کنیت ابو اُمَیَّہ ہے جبکہ والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عامر کنانیہ ہے۔ پہلے اپنے چچازاد بھائی ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد بن مغیرہ کے نکاح میں تھیں جو حضور کے رضاعی بھائی تھے۔ اُمِّ سلمہ و ابو سلمہ دونوں قدیم الاسلام ہیں اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ نیز ان کے بیٹے سلمہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر مکہ میں آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

اُمِّ سلمہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں۔ مدینہ ہی میں ان کے ہاں عمر، دُرّہ اور زینب پیدا ہوئے۔[1]

آپ عرب کے سب سے عزت دار قبیلے قریش کی شاخ بنی مخزوم کی چشم و چراغ تھیں۔[2] حضرت مُرّہ بن کعب جو کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتویں جدِّ محترم ہیں، میں جا کر آپ کا نسب حضور کے نسب شریف سے مل جاتا ہے۔[3]

حضور اور آپ کے خاندان میں بہت قریبی رشتہ داری تھی۔ حضور کی پھوپھی عاتکہ بنتِ عبد المطلب اُمِّ سَلَمہ کی سوتیلی والدہ تھیں۔[4] حضرت ابو سَلَمہ رضی اللہ عنہ کے آپ سے دو بیٹے سَلَمہ و عمر اور دو بیٹیاں زینب و دُرّہ تھے۔[5]

آپ اپنے پہلے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت کرتی تھیں اور شوہر کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری کے معاملے میں آپ کا کردار خواتین کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ چنانچہ ایک دن حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو سَلَمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ میاں بیوی دونوں جنتی ہوں، اس کے بعد وہ عورت کسی سے شادی نہ کرے تو اللہ پاک ان دونوں کو جنت میں جمع فرمائے گا۔ اسی طرح جب عورت مر گئی اور اس کے بعد اس کا شوہر زندہ رہا۔ آیئے! ہم عہد کریں کہ آپ میرے بعد شادی کریں گے نہ میں آپ کے بعد شادی کروں گی۔ اس پر ابو سلمہ نے فرمایا: میری ایک بات مانیں گی؟ اُمِّ سَلَمہ نے عرض کی: میں جب بھی آپ سے مشورہ کرتی ہوں اس میں میرا ارادہ آپ کی فرمانبرداری کا ہی ہوتا ہے۔ یہ سن کر ابو سَلَمہ بولے: جب میں وفات پا جاؤں تو تم شادی کر لینا۔ اس کے بعد آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ اُمَّ سَلَمَۃَ بَعْدِیْ رَجُلًا خَیْرًا مِّنِّیْ لَا یَحْزُنُھَا وَ لَا یُؤْذِیْھَا الٰہی! اُمِّ سَلَمہ کو میرے بعد مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما جو اسے غم زدہ کرے نہ تکلیف دے۔[6] آپ فرماتی ہیں: جب حضرت ابو سَلَمہ کا انتقال ہوا تو میں سوچتی کہ ابو سَلَمہ سے بہتر کون ہو گا! پھر ان کی بتائی ہوئی دعا مانگی تو اللہ پاک نے مجھے ان کے بدلے حضور عطا فرما دیئے۔[7] یعنی ایمان کہتا تھا کہ اس دعا کی برکت سے مجھے ان سے بہتر خاوند ملے گا مگر عقل و سمجھ کہتی تھی ناممکن ہے۔ میں نے عقل کی نہ مانی ایمان کی مانی اور دعا پڑھ لی، اس کی برکت سے حضور کے نکاح میں آئی جن پر لاکھوں ابو سَلَمہ قربان۔[8] ابو سَلَمہ کے انتقال کے بعد آپ نے ان کی دیگر بچوں کو بھی اپنے حقیقی بچے سمجھ کر پالا پوسا اور مال خرچ کیا۔ جیسا کہ حضرت زینب بنتِ ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں ابو سَلَمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا مجھے

اجر ملے گا؟ میں اُنہیں اِدھر اُدھر نہیں چھوڑ سکتی وہ میری اولاد ہیں۔ فرمایا: ہاں! جو تو ان پر خرچ کرے گی تجھے اس کا اجر ملے گا۔[9] حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو سَلَمَہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو اُمِّ سَلَمَہ کی سوتیلی اولاد تھی۔ عمر، زینب اور کچھ اولاد خود اُمِّ سَلَمَہ کے بطن سے تھی یعنی اُمِّ سَلَمَہ کی حقیقی اولاد محمد، دُرّہ۔ یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ بنی ابی سَلَمَہ نہ فرماتیں۔ (فرمایا: ان بچوں پر خرچ کرنے کا تجھے ثواب ملے گا) کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز ترین بھی۔ ان پر خرچ کرنا یتیم کو پالنا بھی ہے اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاوند کی روح کو خوش کرنا بھی۔[10]

حضور سے نکاح 4 ہجری جبکہ ماہِ شوّال کے ختم ہونے میں دس دن باقی تھے تب سیدہ اُمِّ سَلَمَہ رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہوئی اور یہ مہینا ختم ہونے سے کچھ پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ سے نکاح فرمالیا۔[11] اور اس مبارک حجرے میں ٹھہرایا جہاں پہلے اُمُّ المساکین حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا رہائش پذیر تھیں کیونکہ اس وقت ان کا انتقال ہو چکا تھا۔[12]

حضور سے آپ کی شادی کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ حضرت اُمِّ سَلَمَہ رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہونے کے بعد پہلے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیامِ نکاح دیا لیکن آپ نے انکار کر دیا، پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پیامِ نکاح دیا، آپ نے انہیں بھی انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضور نے کسی کے ذریعے پیغام بھجوایا تو آپ نے جواباً عرض کی: حضور اور ان کے نمائندے کو خوش آمدید! آپ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر میری طرف سے عرض کیجئے: میں غیرت مند عورت ہوں (یعنی مجھے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مقدس بیویوں سے رنجش کا ڈر ہے)، عیال دار ہوں اور میرا کوئی ولی موجود نہیں۔ نمائندے نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر ان کا پیغام سنایا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ جہاں تک تمہارے اس قول کا تعلُّق ہے کہ میں عیال دار ہوں۔ اس سلسلے میں اللہ پاک تمہارے بچوں کو کافی ہو گا۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں غیرت مند خاتون ہوں۔ اس کے لئے میں اللہ پاک سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری غیرت دور فرمادے اور جہاں تک تمہارے اولیا کی بات ہے تو موجود و غیر موجود میں سے کوئی بھی اسے ناپسند نہیں کرے گا۔ جب آپ تک یہ پیغام پہنچا تو آپ نے اپنے بیٹے عمر بن ابو سَلَمَہ سے فرمایا: اے عمر! اٹھو اور حضور کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔[13]

ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو آپ بڑی بے کسی میں پڑ گئیں، چند چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ بیوگی میں زندگی بسر کرنا دشوار ہو گیا، ان کا یہ حال زار دیکھ کر حضور نے ان سے نکاح فرمالیا اور بچوں کو اپنی پرورش میں لے لیا، اس طرح یہ حضور کے گھر آ گئیں اور تمام اُمّت کی ماں بن گئیں۔[14] حضرت ابو سلمہ کی ایک اور بیٹی اُمِّ کلثوم فرماتی ہیں: جب حضور نے حضرتِ اُمِّ سَلَمَہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان سے فرمایا: میں نے نجاشی کی طرف ایک چادر اور چند اُوقیہ (ایک اوقیہ تقریباً تین تولے چار ماشے کا ہوتا ہے) مشک بھیجا ہے، میرا نہیں خیال کہ یہ چیزیں اس کے پاس پہنچنے تک وہ زندہ رہے گا اور یہ اسے ملیں گی بلکہ مجھے واپس کر دی جائیں گی۔ جب وہ مجھے واپس کر دی جائیں تو وہ تمہارے لئے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں: جیسا حضور نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ آپ کا تحفہ واپس کر دیا گیا، پھر آپ نے تمام مقدس بیویوں کو ایک ایک اُوقیہ مشک عطا فرمائی اور باقی سارا مشک اور چادر اُمِّ سَلَمَہ کو عطا فرمادیئے۔[15] (یہ سلسلہ جاری ہے)

---

1 سیرت رسول عربی، ص609 ملخصاً 2 فیضان امہات المومنین، ص160 3 فیضان امہات المومنین، ص159 4 الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشرہ، 2/66 5 مواہب لدنیہ، 1/407 6 طبقات ابن سعد، 8/70 7 مسلم، ص359، حدیث: 2126 ملتقطاً 8 مراۃ المناجیح، 2/445 9 مسلم، ص389، حدیث: 2320 10 مراۃ المناجیح، 3/118 11 طبقات ابن سعد، 8/69 12 طبقات ابن سعد، 8/73 13 طبقات ابن سعد، 8/71 14 جنتی زیور، ص488 15 مسند امام احمد، 5/246، حدیث: 27276



قصیدۂ معراجیہ (قسط4)

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

13

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اُس رَہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: غبار: دھول، خاک۔ **نثار:** قربان۔ **حوریوں:** حوریں۔

مفہومِ شعر: ہم غبار بن کر نثار ہو جائیں پھر بھی ہمارے نصیب میں اب وہ راہ گزر کہاں جس پر ہمارے دل، حوروں کی آنکھیں اور فرشتوں کے پر بچھے ہوئے تھے۔

شرح: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اب ہمارے نصیب میں اس راستے کا دیدار کہاں جس سے گزر کر میرے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم معراج کو تشریف لے گئے۔ کاش! ہم اس راہ گزر کو پالیتے اور اس پر خاک بن کر قربان ہو جاتے۔

گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگرچہ فرشتوں میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی آمد کا پہلے سے ہی اعلان ہو چکا تھا اور آسمانوں کو ہر طرح سجایا آراستہ کیا جا چکا تھا، تشریف آوری کی دھوم مچ چکی تھی، اس رات کروڑوں فرشتے تو حضور انور (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو لینے مکہ معظمہ آئے تھے اور بہت سے فرشتے استقبال کے لئے اپنی ڈیوٹیوں پر تھے اور آج جبریلِ امین اس دروازے سے حضور کو لے گئے تھے جو آج تک کسی کے لئے نہیں کھولا گیا تھا وہ صرف حضور انور کے لئے ہی تھا۔[1]

14

خدا ہی دے صبر جانِ پُر غم دِکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جَب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دُولھا بنا رہے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: پُر غم: غم سے بھرپور۔ **کیونکر:** کیسے۔ **عالم:** منظر۔ **جھرمٹ:** ہجوم۔ **قدسی:** فرشتے۔ **جناں:** جنت۔

مفہومِ شعر: اے فراقِ رسول میں تڑپ تڑپ کر نڈھال ہونے والی غموں سے بھرپور میری جان! اللہ پاک ہی تجھے صبر دے میں تجھے وہ مناظر کیسے دکھاؤں کہ جب حضور کو فرشتے جھرمٹ میں لے کر جنت کا دولہا بنا رہے تھے۔

شرح: معراج کی شان و شوکت کو سن کر ہر عاشقِ رسول کے دل میں یہ تمنا مچلتی ہے کہ کاش جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو معراج کا دولہا بنایا جا رہا تھا تو اس وقت مجھے بھی جلوۂ محبوب دیکھنا نصیب ہوتا، میں بھی اس شان و شوکت کے منظر کو دیکھ سکتا! لیکن اللہ پاک ہر دلِ غمگین کو صبر عطا فرمائے کہ وہ مناظر دیکھنا ہماری قسمت میں کہاں لکھے تھے جب حضور کو فرشتے جھرمٹ میں لے کر جنت کا دولہا بنا رہے تھے جنت کو سجایا گیا تھا، فرشتوں کی بارات نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو سلامی پیش کی، جنتی سواری براق کو حضور کے لئے بھیجا گیا، فرشتوں کے سردار حضرت جبریلِ امین علیہ السلام نے اس سواری کی نکیل پکڑی اور حضور نورانی بارات کے ساتھ مسجدِ اقصیٰ روانہ ہوئے۔

15

اُتار کر اُن کے رُخ کا صَدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **رخ:** چہرہ۔ **باڑا:** خیرات، صدقہ۔ **جبیں:** پیشانی، ماتھا۔ **خیرات:** بھیک، صدقہ۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے رخِ روشن کا صدقہ اتار کر نوریوں میں نور کی خیرات تقسیم کی جارہی تھی، یہاں تک کہ دنیا کو چمکانے والے چاند اور سورج بھی مچل مچل کر جبینِ مصطفےٰ کے نور کی خیرات مانگ رہے تھے۔

شرح: معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نورانی چہرے کا صدقہ اتار کر آپ کے چہرے کا نور بانٹا جارہا تھا تو چاند اور سورج جو ساری دنیا کو روشن کرتے ہیں، اس رات مچل مچل کر یہ نور کی خیرات وصول کر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت تعریفِ مصطفےٰ میں ایسا کمال کرتے ہیں کہ کمال بھی اپنے آپ پر رشک کرتا ہے! یہ صرف میرے رضا کا خیال اور مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ چاند اور سورج کے پاس جتنا نور ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک نور کا صدقہ ہے۔ ابھی کائنات کی کوئی چیز نہ بنی تھی کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے حضور کے نور کو پیدا فرمایا، جیسا کہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتایئے کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے کسے پیدا کیا؟ ارشاد فرمایا: اے جابر! (بے شک اللہ پاک نے تمام مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے) تمہارے نبی کا نور (اپنے نور سے) پیدا فرمایا۔ اس کے بعد تفصیلی حدیث ہے کہ اس نور کے چار حصے کئے گئے جن سے لوح، قلم اور عرش و کرسی بنائے اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کئے اور یوں حضور کے نور کی برکت سے ساری کائنات وجود میں آئی۔[2]

16

وُہی تو اب تک چھلک رہا ہے وُہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **چھلکنا:** اچھل کے نکلنا۔ **جوبن:** حسن و جمال کی انتہا۔ **کٹورا:** پیالہ۔

مفہومِ شعر: حضور نے جو شبِ معراج غسل فرمایا تھا تو اس سے جو پانی گرا اس سے ستاروں نے اپنے کٹورے بھر لئے، آج جو ان چاند ستاروں میں روشنی نظر آرہی ہے یہ اسی نور کا پانی چھلک رہا ہے اور اسی کا حسن ٹپک رہا ہے۔

شرح: یوں تو کائنات کی ہر چیز حضور کے نور مبارک کا صدقہ ہے مگر خاص کر چاند تاروں کے پاس جتنا نور ہے وہ سب حضور کے نور کا حصہ ہے اور خیالِ عشق میں یہ جو چاند تارے چمک رہے ہیں یہ اسی نور کا فیض ہے جو معراج کی شب عطا ہوا۔

17

بچا جو تلووں کا اُن کے دُھووَن بنا وہ جنت کا رنگ و رَوغن
جنھوں نے دُولھا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **تلووں:** پاؤں کے نیچے والا حصہ۔ **دھوون:** پانی جو وضو یا غسل کے لئے استعمال ہوا ہو۔ **گلزارِ نور:** نور کے باغ۔ **اترن:** اتارے ہوئے کپڑے۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک پاؤں دھونے کے بعد جو پانی بچا اس سے جنت کا رنگ و روغن بنا دیا گیا اور جنت کے پھول حضور کی اُترن پہن کے خوش نما ہو گئے۔

شرح: معراج کی رات جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غسل فرمایا تو آپ کے مبارک پاؤں کے مبارک تلووں سے جو پانی بچا اس سے جنت کا رنگ و روغن بنا دیا گیا گویا کہ جنت کا حسن بھی قدمینِ مصطفےٰ کا صدقہ ہے اور حضور کی پاکیزہ اُترن گویا جنت کے پھولوں نے لے لی یوں وہ انتہائی خوشنما اور خوبصورت ہو گئے۔ یہاں اترن سے مراد جسم سے نور کا جدا ہونا بھی ہو سکتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مبارک جسم میل و کچیل سے پاک و صاف ہے لہٰذا اس سے آپ کے جسمِ منور سے نور مبارک کا جدا ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے۔

---

1 مراٰۃ المناجیح، 8/138 2 الجزء المفقود من الجزء الاول من مصنف عبد الرزاق، ص 63، حدیث: 18 تا 66 ماخوذاً



مدنی مذاکرے کے سوال جواب

شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت، حضرتِ علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ مدنی مذاکروں میں عقائد، عبادات اور معاملات کے متعلق کئے جانے والے سوالات کے جوابات عطا فرماتے ہیں، ان میں سے 7 سوالات و جوابات کافی ترمیم کے ساتھ یہاں درج کئے جارہے ہیں۔

1 رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو نُورُ اللہ کہنا کیسا؟

سوال: کیا نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اللہ کا نُور کہہ سکتے ہیں؟

جواب: بالکل کہہ سکتے ہیں، قراٰنِ کریم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ﴾ ترجَمۂ کنزُ الایمان: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (پ6، المآئدۃ:15) کئی مُفسّرین[1] نے اس آیت میں نور سے مراد پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ذات لی ہے تو یوں اللہ پاک نے اپنے محبوب کو نور کہا، آیئے ہم بھی مل کر کہتے ہیں: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَانُوْرَ اللہ۔ (مدنی مذاکرہ، 3 ربیع الآخر 1439ھ)

2 سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا اندازِ گفتگو

سوال: نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے اندازِ گفتگو کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے؟

جواب: پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ہر ادا لاجواب ہے، آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی گفتگو کا انداز چیخنے چلانے والا نہیں بلکہ ایسا میٹھا اور پیارا ہوتا تھا کہ بات سب کی سمجھ میں آجائے، آواز نہ اتنی دھیمی کہ سامنے والا سُن نہ سکے، نہ اتنی اونچی کہ ناگوار گزرے، بعض اوقات اپنی بات کو تین بار دہراتے تھے تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں اور بولنے کی رفتار ایسی تھی کہ اگر کوئی آپ کے الفاظ گننا چاہے تو گن لے۔

(مدنی مذاکرہ، 13 رجبُ المرجب 1440ھ)

3 وِلادت گاہِ مصطفےٰ پر دُعا قبول ہوتی ہے

سُوال: حرمین شریفین کے سفر کے دوران وِلادت گاہِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر آپ کی حاضری کا کیا انداز رہا تھا؟

جواب: پاؤں سے چَل کر گیا تھا، سَر کے بل جانا میرے بَس میں ہوتا تو یہ بھی کر گُزرتا۔ سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی وِلادت گاہ اَدَب کا مقام اور زِیارت گاہ ہے، اُس کا دِیدار کرنا سعادت کی بات ہے۔ اُس کے قریب دُعا بھی قَبول ہوتی ہے، کیونکہ جس جگہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا تشریف لانا ثابت ہو **"مَشْہَد"** کہلاتی ہے اور مَشْہَد (یعنی تشریف لانے کی جگہ) کے پاس دُعا قَبول ہوتی ہے۔ (فضائلِ دُعا، ص136 ماخوذاً) وِلادت گاہ تو وہ مقام ہے جہاں آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم دُنیا میں سب سے پہلے تشریف لائے، یُوں وہ قَبولیتِ دُعا کا مقام ہے۔ اللہ پاک ہمیں بار بار اُس مقدّس مقام کی زِیارت نصیب فرمائے۔ (مدنی مذاکرہ، 4 ربیع الاوّل 1441ھ بتغیر)

4 حُضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی اطاعت ربِّ کریم کی اطاعت ہے

سوال: کیا حُضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی اطاعت عین اطاعتِ الٰہی ہے؟

جواب: جی ہاں! خود اللہ کریم قراٰنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ ترجَمۂ کنزُ الایمان: جس

---

(1) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (وفات:310ھ)، امام ابو محمد حسین بغوی (وفات:510ھ)، امام فخرُ الدّین رازی (وفات:606ھ)، امام ناصرُ الدّین عبد اللہ بن عمر بیضاوی (وفات:685ھ)، علّامہ ابو البرکات عبد اللہ نسفی (وفات:710ھ)، علّامہ ابو الحسن علی بن محمد خازن (وفات:741ھ)، امام جلالُ الدّین سُیُوطی شافعی (وفات:911ھ) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ مفسرین نے فرمایا کہ اس آیتِ مبارکہ میں موجود لفظ **"نور"** سے مراد نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ حدیثِ پاک میں نور والے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ پاک نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (الجزء المفقود من الجزء الاوّل من المصنف لعبد الرزاق، ص63، رقم:18، المواھب اللدنیہ، 1/36)

نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پ5، النسآء:80) نماز کے دوران بھی اگر نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بلائیں تو جواب دینا ہو گا اور یہ بھی قراٰنِ کریم سے ثابت ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ﴾ ترجَمۂ کنزُ العِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔ (پ9، الانفال: 24) اور اس سے نماز بھی نہیں ٹوٹے گی۔ (مرقاۃ المفاتیح، 4/624، تحت الحدیث:2118-مراٰۃ المناجیح، 3/224) حدیثِ پاک میں بھی نماز میں بلانے کا ذکر موجود ہے۔[1] (مدنی مذاکرہ، 3 ربیع الاوّل 1440ھ)

5 ہر پیاری چیز سے بڑھ کر حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت کرنا

سوال: پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے کتنی محبت کرنی چاہئے؟

جواب: پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے اپنے ماں باپ، آل اَولاد اور ہر پیاری چیز سے بڑھ کر محبت کرنا ضَروری ہے۔ **"خطباتِ رَضویہ"** میں ہے: اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَہٗ یعنی خبردار! اس کا اِیمان نہیں جس کو سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت نہیں۔ (خطباتِ رضویہ، ص6، دلائل الخیرات، ص47-مدنی مذاکرہ، 9 ربیع الآخر 1441ھ)

نُقُوشِ اُلفتِ دنیا مرے دل سے مٹا دینا
مجھے اپنا ہی دِیوانہ بنانا یَارَسُوْلَ اللہ

(وسائلِ بخشش مرمم، ص327)

6 اُمّتی اُمّتی لَب پہ جاری رہا

سوال: پیارے آقا کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے جسم شریف کو جب قبر مبارک میں اُتار دیا گیا تو اس وقت مبارک ہونٹوں پر کیا الفاظ تھے؟

جواب: مدارِجُ النُّبوۃ میں ہے: حضرتِ سیِّدُنا قُثَم رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جو آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو قبرِ انور میں اُتارنے کے بعد سب سے آخر میں باہر آئے تھے، چُنانچہ ان کا بیان ہے کہ میں ہی آخری شخص ہوں جس نے حُضُورِ انور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا رُوئے مُنوَّر، قبرِ اَطہر میں دیکھا تھا، میں نے دیکھا کہ سلطانِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم قبرِ انور میں اپنے لبہائے مبارکہ کو جُنبِش فرما رہے تھے (یعنی مبارک ہونٹ ہل رہے تھے) میں نے اپنے کانوں کو اللہ پاک کے پیارے حبیب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دَہَن (یعنی منہ) مبارک کے قریب کیا، میں نے سنا کہ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے تھے ربِّ اُمَّتِی اُمَّتِی (یعنی پروردگار! میری اُمّت میری اُمّت)۔ (مدارج النبوۃ، 2/442-مدنی مذاکرہ، 4 ربیع الآخر 1439ھ)

پہلے سجدہ پہ روزِ اَزل سے دُرود
یادگارِ اُمّت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش، ص305)

7 پُھولے نہیں سماتے ہیں عطّار آج تو

سوال: اِس شعر کی وَضاحت فرما دیجئے:

پُھولے نہیں سماتے ہیں عطّار آج تو
دُنیا میں آج حامیِ عطّار آگئے

(وسائلِ بخشش مرمم، ص512)

جواب: **"پُھولے نہیں سمانا"** ایک مُحاوَرہ ہے، جسے بہت زیادہ خوشی ہو رہی ہو اُس کے لئے یہ مُحاوَرہ بولا جاتا ہے۔ اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ جب کسی کا پیارا اور مَحبوب آتا ہے تو اُسے بہت خوشی ہوتی ہے اور آج (یعنی 12 ربیعُ الاوّل کو) اللہ کے پیارے، اللہ کے مَحبوب اور غم خوارِ اُمّت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تشریف لائے ہیں اِس لئے آج **"عطّار"**[2] بہت خوش، بہت خوش اور بہت خوش ہے کہ اس کے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی آج وِلادت ہوئی ہے۔ (مدنی مذاکرہ، 4 ربیع الاول 1441ھ)

---

1 بخاری شریف میں ہے: حضرت ابو سعید بن مُعلّی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بلایا، لیکن میں آپ کے بلانے پر حاضر نہ ہوا۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ سرکارِ دو عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ پاک نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ﴾ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں۔
(بخاری، 2/163، حدیث:4474)

2 امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ کا تخلص **"عطّار"** ہے۔ تخلص: شاعر کا وہ مختصر نام جسے وہ اپنے اشعار میں استعمال کرتا ہے۔
(فیروز اللغات، ص376)



بُری عادتیں (قسط 13)

محترمہ ام ہالہ (بنتِ افضل) عطاریہ مدنیہ لاہور

دینی تعلیم کو ادھورا چھوڑ جانے کی وجوہات ذکر کئے جانے کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں بیان کردہ بُری عادت بھی ایسی ہی ہے جو علمِ دین کی برکتوں کے حصول میں رکاوٹ کا باعث ہے۔

محنت سے جی چرانا

محنت ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ سستی اور کاہلی ذہین انسان کو بھی بے کار کر دیتی ہے۔ دینی طلبہ و طالبات کے مقاصد چونکہ ارفع و اعلیٰ ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں اتنی ہی زیادہ کوشش اور سخت محنت کی حاجت ہوتی ہے۔ جو اسٹوڈنٹس محنت سے کتراتے اور سستی و کاہلی کا شکار ہوتے ہیں وہ جلد ہی کامیابی کے راستے سے ہٹ کر ناکامی کی شاہراہ پر چل پڑتے ہیں۔ کیونکہ کامیابی کسی کی جاگیر نہیں، بلکہ یہ ان لوگوں کا انعام ہے جو مقاصد کے حصول میں پہاڑوں سے بلند مضبوط حوصلے رکھتے اور قربانی کے خوگر ہوتے ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

حوصلہ مند ہی پاتے ہیں نشانِ منزل
ڈرنے والوں کی تو مرنے پہ نظر جاتی ہے

اگر اسٹوڈنٹس اپنا یہ ذہن بنالیں کہ محنت کا کیا فائدہ! نصیب میں جو لکھا ہوگا ملنا تو وہی ہے! تو ایسوں کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ملتا وہی ہے جو نصیب میں لکھا ہوا ہو، لیکن یہ بھی مفت میں نہیں مل جاتا، اس کے لئے بھی محنت لازم ہے جیسا کہ اگر کوئی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر درخت کے نیچے بیٹھ جائے کہ پھل خود بخود گر کر منہ میں چلا جائے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا، پھل کھانے کے لئے اسے درخت سے توڑنے کی کچھ نہ کچھ محنت کرنی ہی پڑے گی۔ بالفرض اگر زمین پر گرا ہوا پھل مل بھی جائے تو بھی اسے پیٹ تک پہنچانے کے لئے منہ تو چلانا ہی پڑے گا کہ حرکت میں برکت ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ہر محنت کرنے والا اپنا حصہ پا ہی لیتا ہے۔[1]

اسٹوڈنٹس کے لئے محنت کی اہمیت کا انکار ممکن ہی نہیں۔ یہ محنت کی تکلیف ہی ہوتی ہے جو آئندہ بہت بڑے بڑے دینی و دنیوی انعامات سے آراستہ کرتی ہے۔ عموماً محنت کے بغیر کسی چیز کا حاصل ہونا بہت کم دیکھا گیا ہے اور یہاں تو حصولِ علمِ دین کا تعلق ہے۔ لہٰذا اس کے لئے بہت زیادہ محنت کی حاجت ہے جبکہ آج کل بعض اسٹوڈنٹس بالکل محنت نہیں کرتے یا کرتے بھی ہیں تو اس معیار کی نہیں کرتے جس معیار کی محنت کرنی ضروری ہوتی ہے حالانکہ اللہ کا فرمان ہے: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾ (پ21، العنکبوت: 69) ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت کے تحت تفسیرِ نسفی میں ہے: حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنہوں نے علم حاصل کرنے میں کوشش کی ہم ضرور انہیں عمل کی راہیں دکھادیں گے۔[2]

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ علم سیکھنے سے آتا ہے۔ بُردباری تکلیف برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرے اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو برائی سے بچنا چاہے، اسے بچایا جاتا ہے۔[3]

حصولِ علمِ دین میں محنت سے متعلق ہمارے بزرگانِ دین سے کثیر اقوال منقول ہیں، مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے شک یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی راہ میں فقر و فاقہ کی لذت نہ چکھی جائے۔[4] لہٰذا سستی اور کاہلی سے بچئے کہ یہ بہت ہی منحوس بلا ہے۔ کیونکہ یہ اپنے چاہنے والوں کو تحفے میں صرف محتاجی اور ذلت ہی پیش کرتی ہے۔

ہمارے بزرگانِ دین جو سستی کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے، وقت کے صحیح استعمال اور محنت نے انہیں اس قدر سرفرازی اور بلندی سے نوازا کہ دنیا کے ہر میدان میں ترقی اور عظمت ان کا مقدر بنی۔ ان حضرات کی ہمتیں پہاڑ کی طرح تھیں۔ نہ تو انہیں عیش و آرام کی چاہت ہوتی، نہ مال و دولت کی حرص اور نہ دنیوی خواہشات ان پہ غالب آتی تھیں، کیونکہ ان حضرات نے خود کو سیکھنے سکھانے کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ پر چالیس سال اس طرح گزرے کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر ہوتی تھی۔[5] لہٰذا دینی طلبہ و طالبات کو بھی چاہیے کہ اگر وہ سستی، کاہلی اور آرام پرستی کو چھوڑ کر خلوصِ نیت، محنت، جہد و جہد اور شوق و رغبت کو اپنی عادات میں شامل کر لیں تو اپنے بزرگانِ دین کی روشن تاریخ کو دہرا سکتے ہیں۔

محنت سے جی چرانے کے اسباب، نقصانات اور ان کا حل

اسٹوڈنٹس کے محنت نہ کرنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں جیسا کہ اپنے مقصد کی اہمیت کو نہ سمجھنا، حصولِ علمِ دین میں دلچسپی نہ ہونا، گھریلو مسائل کا سامنا ہونا، مطالعہ کرنے کا انداز درست نہ ہونا، منفی سوچ رکھنے والے لوگوں سے تعلقات رکھنا، وقت کی غلط تقسیم کاری کرنا، موبائل اور دیگر الیکٹرونک ڈیوائسز کا غلط و کثیر استعمال کرنا وغیرہ۔

اسی طرح اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض اسٹوڈنٹس مشکل اسباق و اسائنمنٹس وغیرہ دیکھ کر انہیں حل کرنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ اپنی سستی و نالائقی کو دور کرنے کے بجائے پڑھائی چھوڑ دینا ہی آسان حل سمجھتے ہیں۔

یاد رکھئے! جہاں محنت کے بہت سارے فوائد ہیں وہیں محنت نہ کرنے کے بہت سارے نقصانات بھی ہیں، مثلاً

- خود اعتمادی میں کمی واقع ہونا
- امتحانات میں ناکامی کا سامنا ہونا
- والدین اور اساتذہ کے لئے شرمندگی کا باعث ہونا
- مال اور وقت کا ضائع ہونا
- علم میں پختگی نہ آنا
- شخصیت میں کمزوری ہونا
- روشن مستقبل کے حصول میں محرومی کا احساس ہونا

لہٰذا دینی طلبہ و طالبات کو چاہیے کہ وہ ان اسباب و نقصانات سے بچنے کے لئے اپنے مقصد کا تعین کریں اور اس مقصد کی اہمیت کو سمجھیں۔ اس کے لئے مثبت اور تعمیری سوچ اپنائیں، پڑھائی کے دلچسپ انداز اختیار کریں، قابلِ تقلید علمائے کرام کی علمِ دین کے لئے محنت اور قربانیوں کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ سستی و کاہلی سے بچنے میں کامیابی ملے گی۔

کسی شاعر نے محنت کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی　　جہاں میں ملی آخر ان کو بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی　　فضیلت، نہ عزت، نہ فرماں روائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑے ہیں　　ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

دعا ہے کہ اللہ کریم ہمارے اسٹوڈنٹس کو سستی اور کاہلی سے بچا کر محنت کا عادی بنائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. الریاض النضرۃ، 1/18
2. تفسیر نسفی، ص899
3. تاریخ ابن عساکر، 18/98، رقم:4199
4. جامع بیان العلم، ص136، رقم:442
5. جامع بیان العلم، جزء:2/1231، رقم:2426



اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی*

1 حالتِ احرام میں عورت کے سر کے کچھ بال کھل جائیں تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عورت احرام کی حالت میں ہو اور اس کے سر کے بالوں سے سکارف وغیرہ ہٹ جائے اور اس کے بال نظر آنا شروع ہو جائیں، پھر معلوم ہونے پر عورت ان بالوں کو چھپالے، تو اب اس عورت کے لیے کیا حکم ہو گا؟ اس پر دم یا صدقہ وغیرہ لازم ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے بال ستر میں شامل ہیں اور احرام کی حالت میں ستر کھل جائے، تو کوئی کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ البتہ نامحرم کے سامنے جان بوجھ کر ستر کا کوئی بھی حصہ ظاہر کرنا حرام ہے اور تمام احتیاط کے ساتھ بال چھپائے تھے لیکن کب ظاہر ہوئے معلوم نہیں ہوا تو اس کا مواخذہ نہیں۔

واضح رہے طواف کوئی بھی ہو مرد و عورت کو اپنی تفصیل کے مطابق جو بھی ستر کے اعضاء ہیں ان کا چھپانا واجب ہے۔ اور کھلنے والے حصے کی مقدار اور طواف کی اقسام کو لے کر کفارہ ہونے یا نہ ہونے اور اس کی اقسام میں کافی تفصیل ہے۔

(الہدایہ، 1/277- بہارِ شریعت، 1/483)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 عورت حق مہر کی رقم کی زکوٰۃ کب ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی کو آٹھ سال ہو چکے ہیں، میرا حق مہر پچاس ہزار تھا جو ابھی تک میرے شوہر نے ادا نہیں کیا اور نہ ہی میں نے مانگا ہے، میں صاحبِ نصاب ہوں اور ہر سال زکوٰۃ ادا کرتی ہوں، سوال یہ ہے کہ حق مہر کا پچاس ہزار جو مجھے نہیں ملا، وہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت نصاب میں شامل کروں گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں حق مہر جو ابھی تک ادا نہیں کیا گیا، فقہی اعتبار سے وہ دینِ ضعیف ہے اور دینِ ضعیف میں زکوٰۃ اس وقت لازم ہوتی ہے جب اس پر قبضہ کرنے کے بعد سال گزر جائے یا اس جنس کا کوئی اور نصاب موجود ہو اور اس پر سال مکمل ہو جائے، لہٰذا حق مہر جب تک آپ کو وصول نہیں ہو جاتا، نصاب میں شامل نہیں ہو گا۔ ہاں آپ کو حق مہر وصول ہو گیا، تو جس دن سے آپ کے قبضہ میں آئے گا شمارِ زکوٰۃ میں آئے گا یعنی اگر آپ پہلے سے صاحبِ نصاب تھیں تو یہ مال بھی دیگر مالِ زکوٰۃ کے ساتھ ملا لیا جائے گا اور اسی کے سالِ تمام پر کل کی زکوٰۃ لازم ہو گی جبکہ زکوٰۃ کی دیگر شرائط پائی جائیں۔ اگر پہلے سے صاحبِ نصاب نہ تھیں تو جس دن سے مہر وصول ہُوا اگر بقدرِ نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا جب سال مکمل ہو گا اس وقت اس کی زکوٰۃ دینی ہو گی جبکہ زکوٰۃ کی شرائط پائی جائیں۔ (تحفۃ الفقہاء، 1/295- البحر الرائق شرح کنز الدقائق، 2/223- فتاویٰ رضویہ، 10/162- بہارِ شریعت، 1/906)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

* محققِ اہلِ سنّت، دار الافتاء اہلِ سنّت نور العرفان، کھارادر کراچی

میت کی رسومات (قسط3)



محترمہ بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز E.1 جوہر ٹاؤن لاہور

میت کی رسومات کا بیان جاری ہے، مزید رسومات یہ ہیں:

میت پر اظہارِ غم کے طریقے جب کوئی فرد دنیا سے جاتا ہے تو اس کے لواحقین کو گہرا صدمہ پہنچتا ہے، جس کے اظہار کے لئے وہ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، بالخصوص اس موقع پر خواتین روتی پیٹتی، بے صبری کرتی، نامناسب جملے ادا کرتی اور میت کے اوصاف کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہیں۔ چنانچہ میت پر اظہارِ غم کے مختلف طریقے اور احکام ملاحظہ فرمائیے:

میت پر رونا اس کی دو صورتیں ہیں: بآوازِ بلند رونا اور بغیر آواز کے صرف آنسو بہانا۔ دونوں کے احکام جدا ہیں۔ (میت پر) آواز سے رونا منع ہے اور آواز بلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں۔[1]

شدتِ غم کے سبب بے اختیار آنسوؤں سے رونے اور دل کے غم پر پکڑ نہیں، بلکہ اگر رحمت کی وجہ سے ہو تو ان دونوں پر ثواب ملے گا جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ایک نواسے کو آپ کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا جس پر نزع کا عالَم طاری تھا، آپ کی آنکھیں بھیگ گئیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ کیا؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا: یہ رحمت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور اللہ پاک اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحم فرماتا ہے۔[2] نیز حضور کے پیارے شہزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب بچپن میں وصال فرمایا تو حضور نے ارشاد فرمایا: آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہوتا ہے مگر ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے رب کو خوش کرے۔ بلا شبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بہت زیادہ غمگین ہیں۔[3] لہٰذا آہستہ آواز سے رونے یا صرف آنسو بہانے میں حرج نہیں، بلکہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب جان نکل جائے تو کسی کو رونے سے نہ روکیں، کیونکہ زیادہ غم پر نہ رونا سخت بیماری پیدا کرتا ہے۔[4]

رونا نہ آئے مگر دکھانے کے لئے آنسو بہانا کیسا؟ عورتیں جب کسی کے گھر میت پر آتی ہیں تو خواہ مخواہ میت والوں سے مل کر روتی ہیں، چاہے آنسو نہ آئیں اور مل کر آواز نکالنا ضروری ہوتا ہے یہ بالکل غلط طریقہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: چلّا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا وغیرہ یہ سب نیاحت (نوحہ کرنا) ہے اور نیاحت حرام ہے۔[5] ہاں! اگر کسی کی میت دیکھ کر رونا نہ آتا ہو مگر اپنی قبر و آخرت کی فکر ہونے لگے، خوفِ خدا دل میں پیدا ہو، موت کی تیاری کا ذہن بنتا ہو اور قبر کی تنگی یاد کرتے ہوئے اپنے اعمال کی فکر میں آنکھوں سے آنسو نکل آئے تو یہ اچھا ہے۔ چنانچہ حضرت عبدُ اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ پاک کے خوف سے ایک آنسو کا بہنا میرے نزدیک ایک ہزار دینار صدقہ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔[6]

کیا میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے؟ مشہور ہے کہ میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ یہ بات ایک صحیح حدیث کا حصہ ہے جو اپنے ظاہری معنی میں عوام میں مشہور ہو گئی۔ چنانچہ حدیثِ مبارک میں ہے: بے شک مردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔[7] اس حدیثِ

مبارک میں عذاب سے مراد وہ دکھ اور تکلیف ہے جو میّت کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب گھر والوں کا چلّا کر رونا سنتی ہے۔[8] نیز یہ وعید اس کے حق میں ہے جس نے وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر نوحہ کیا جائے، اگر اس کی وصیت کو نافذ کرتے ہوئے گھر والوں نے نوحہ کیا تو میّت کو اس کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اگر اس کی وصیت کے بغیر گھر والے نوحہ کرتے ہیں تو میّت کو اس کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (پ8، الانعام:164) ترجمہ: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا آدمی کسی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔[9]

زبان سے نامناسب یا کفریہ جملے ادا کرنا بعض لوگ کسی کی وفات پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے کچھ بھی بولتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض تو معاذ اللہ کفریات تک بکنے سے بھی نہیں ڈرتے۔ یاد رکھئے! ایسے موقع پر بھی اگر زبان سے کوئی قابلِ گرفت بات نکالی جائے تو اس پر بھی عذاب کی حق داری ہوتی ہے، مثلاً: میّت پر نوحہ کرنا (یعنی چلّا کر رونا، جزع فزع کرنا اور کفریہ کلمات بکنا) اور اگر اچھی بات کی جائے تو ثواب بھی ملتا ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: اللہ پاک آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے۔ یہ فرما کر اپنی زبانِ اقدس کی جانب اشارہ فرمایا۔[10]

فوتگی پر بولے جانے والے کفریہ کلمات امیرِ اہلِ سنت نے اپنی کتاب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب" میں فوتگی کے موقع پر بولے جانے والے کئی کفریہ کلمات ذکر فرمائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں، مثلاً: کسی کی وفات پر یہ کہنا کہ نیک لوگوں کو اللہ جلدی اٹھالیتا ہے کیوں کہ ایسوں کی اللہ کو بھی ضرورت پڑتی ہے، نیز کسی بچے کی وفات پر کہنا کہ آپ کا پھول جیسا بچہ اللہ پاک کو چاہئے ہو گا، اسی واسطے اس نے لے لیا ہو گا۔ اس کے علاوہ کسی بیوہ کا اپنے شوہر کے انتقال پر کہنا: یا اللہ! تجھے میرے چھوٹے چھوٹے بچّوں پر بھی ترس نہیں آیا؟ کسی کے نوجوان بیٹے کی وفات پر کہنا کہ یا اللہ! اس کی بھری جوانی پر بھی تجھے رحم نہ آیا! اگر تجھے لینا ہی تھا تو اس کی بوڑھی دادی یا بڈھے نانا کو لے لیتا! علاوہ ازیں یکے بعد دیگرے کسی کے ہاں وفات ہو جائے تو کہنا: یا اللہ! ہم نے تیرا کیا بگاڑا ہے! آخر ملک الموت کو ہمارے ہی گھر والوں کے پیچھے کیوں لگا دیا ہے! یہ سب جملے کفریہ ہیں۔[11]

چونکہ ان کلمات میں اللہ پاک پر اعتراضات ہیں، جو کہ کفر ہے۔ لہٰذا ایسے جملے کہنے والوں پر توبہ اور تجدیدِ ایمان لازم ہے۔

انتقال کی خبر سن کر "اِنَّا لِلّٰہ" کہنا ہمارے معاشرے میں ہر خاص و عام میں رائج ہے کہ کسی کے انتقال کی خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہتے ہیں، یہ ایک اچھا عمل ہے، کوئی بھی مصیبت، یا پریشانی در پیش ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا کی کثرت کرنی چاہیے، اگرچہ وہ پریشانی چھوٹی ہی کیوں نہ ہو! چنانچہ مسلم شریف میں ہے: جو ایسا کرے گا اللہ اسے اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا اور اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔[12]

حلیہ بگاڑ لینا بہت سے لوگ (کسی کے مرنے پر) اپنا حلیہ بگاڑ لیتے ہیں، چنانچہ ہر ایسا کام کرنا جس سے حلیہ بگڑ جائے، مثلاً ایسا لباس پہننا جو عادتاً نہ پہنا جاتا ہو یا اس طریقے سے نہ پہنا جاتا ہو یا لباس میں سے کوئی چیز کم کر دینا اور اس کے بغیر نکلنا خلافِ عادت ہو (سب حرام ہے)۔[13] (یہ سلسلہ جاری ہے)

---

1 بہارِ شریعت، 2/855، حصہ:4 2 بخاری، 1/434، حدیث:1284 ملخصاً 3 بخاری، 1/441، حدیث:1303 4 اسلامی زندگی، ص119 5 فتاویٰ رضویہ، 9/665 6 شعب الایمان، 1/502، حدیث:842 7 بخاری، 1/441، حدیث: 1304 8 مرقاۃ المفاتیح، 4/224، تحت الحدیث:1741 9 مرقاۃ المفاتیح، 4/208، تحت الحدیث:1724 10 مسلم، ص358، حدیث:2137 11 کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص489 تا 494 ملتقطاً 12 مسلم، ص356، حدیث:2127 13 جہنم میں لے جانے والے اعمال، 1/518



احساسِ ذمہ داری

اُمِّ انس عطاریہ رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

احساسِ ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا، ان کو محسوس کرنا اور پھر اپنی ذمہ داری کے تقاضے پورے کرتے ہوئے انہیں نبھانا۔ انسان ذمہ داریوں سے بری نہیں ہو سکتا، مرد ہو یا عورت، بیوی ہو یا بیٹی، بہن ہو یا ماں ہر ایک پر کچھ نہ کچھ ذمہ داریوں کا بوجھ ہوتا ہے اور کامیاب وہ ہے جو ان ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے بخوبی نبھالے، کیونکہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مسلمانوں کا امام (حکمران) نگران ہے، اس سے اس کے ماتحتوں (عوام) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے گھر میں نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں (یعنی بیوی بچوں) کے متعلق پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے، اس سے اس کی رعایا (بچوں) کے متعلق سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہو گا۔ (الغرض) تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔[1] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: عورت سے سوال ہو گا تو نے اپنے خاندان کی خدمت کی یا نہیں؟ خاوند کے مال اور اولاد کی خیر خواہی کی یا نہیں؟ بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، اس لئے ماں پر لازم ہے کہ ان کی پرورش اور تربیت اچھی کرے۔[2]

ذمہ داریوں کی معلومات ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے ذمہ داریوں کا معلوم ہونا ضروری ہے اور یہ معلوم کرنا بھی ایک ذمہ داری ہی ہے۔ چنانچہ بیوی ہو یا ماں، بہن ہو یا بیٹی ہر ایک کو ذمہ داریوں کا احساس اسی وقت ہو گا جب ان کی مکمل معلومات حاصل ہوں گی۔ اگر ہر فرد اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے تو معاشرے میں نکھار پیدا ہو جائے۔ گلی محلے کی صفائی ہو یا گھر کی، خاندانی رشتہ ہو یا پڑوسن سے تعلقات، احساس نہ ہو تو بگاڑ پیدا ہو گا۔ جیسا کہ بالکل صاف ستھری گلی میں بلڈنگ کے کسی فلور سے کچرے کی تھیلی ہوا میں گھومتی ہوئی آکر پھٹ جائے تو ساری گلی جو ابھی حسین لگ رہی تھی کچرے کی بدبو اور گند سے غلیظ ہو گئی، یہ ہے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ! بعض خواتین اس بات کا دھیان ہی نہیں رکھتیں کہ جہاں رہتی ہیں اس کی صفائی میں ساتھ دینا بھی ان کی ذمہ داری ہے اور پڑوسیوں کے بھی کچھ حقوق ہیں، مگر ہم اس کی پروا نہیں کرتیں، بلکہ بعض اوقات تو ایک دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث بن جاتی ہیں۔

یونہی گھر میں ماں پر بچوں کی پرورش ایک بہت اہم ذمہ داری ہے، عموماً مائیں بچوں کی خوراک لباس پر بہت توجہ دیتی ہیں مگر دین سکھانے کی طرف توجہ نہیں ہوتی، بچے کا دنیاوی مستقبل سنوارنے کے لئے باقاعدگی سے اسکول وقت پر بھیجا جاتا ہے مگر اس کی آخرت سنوارنے کے لئے کوئی خاص اقدام نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح بچوں کے بڑے ہو جانے کے بعد بھی ماں کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی کہ وہ انہیں خیر خواہی پر مشتمل نصیحتیں کرنا بند کر دے، کیونکہ بچے عموماً ماں کی نصیحت فوراً قبول کر لیتے ہیں۔

احساسِ ذمہ داری اور ہمارا رویہ فی زمانہ ہم دوسروں کی غیر ذمہ داریوں پر انہیں ملامت و تنقید تو کرتی ہیں مگر اپنی غیر ذمہ داریوں پر نظر نہیں ہوتی، مثلاً: سرکاری محکمے، ادارے، تنظیمیں اپنی ذمہ داری پوری نہ کریں تو اس پر آواز بلند ہوتی ہے، احتجاج، دھرنے اور جلسے تک ہوتے ہیں مگر آج تک اپنے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے کے عنوان سے کوئی آواز بلند نہیں ہوئی، حقوق حاصل کرنے کے لئے مظاہرے ہوتے ہیں، مگر ذمہ داریوں اور فرائض کی بجا آوری کے لئے کبھی کوئی مظاہرہ نہیں ہوا! یہ معاشرے کا دوہرا معیار ہے۔ منشیات فروشی عام ہوتی جا رہی ہے، بے شمار مرد و عورت اس لعنت کا شکار ہو رہے ہیں، کوئی حکومت کو تو، کوئی

اداروں کو قصور وار ٹھہراتی ہے، مگر اپنے اندر اسے روکنے کا احساس بیدار نہیں ہوتا۔ الغرض ہر کوئی یہ سوچتی ہے کہ دوسری ٹھیک ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا! اور اسی سوچ کا نتیجہ معاشرتی بے حسی اور لاپروائی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

پیارے آقا کا احساسِ ذمہ داری جب کفارِ مکہ کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہجرت پر مجبور ہو گئے تو اس وقت بھی احساسِ ذمہ داری کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے جو امانتیں لوگوں نے آپ کے سپرد کی تھیں ان کو لوٹانے کی فکر کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ امانتیں حوالے کیں اور انہیں واپس کرنے کے بعد مدینے آنے کا حکم دیا۔[3] یہی وجہ ہے کہ حضور نے حجۃُ الوداع کے موقع پر جب یہ فرمایا: اے لوگو! تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ بے شک آپ نے پیغام پہنچایا اور حق ادا کر دیا اور نصیحت فرما دی۔ حضور نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند فرمائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہے۔[4] احساسِ ذمہ داری کی یہ سوچ آپ کے غلاموں میں بھی منتقل ہوئی۔ چنانچہ خلافت کی ذمہ داری ملنے پر تمام خلفائے راشدین کا انداز اور احساسِ ذمہ داری کے واقعات اس کے گواہ ہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھاتے تھے کیونکہ معاملہ گھر کا ہو یا محلے کا، سیاست کا ہو یا حکومت کا، ہر معاملے میں احساسِ ذمہ داری ان کا شعار ہوتا تھا۔ کاش! ہمیں بھی اس کا کچھ حصہ عطا ہو۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، بطورِ بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کے مال کی حفاظت کریں، نیک کاموں کی رغبت دلائیں، شوہر کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھیں، گھر کی صفائی، کھانا پکانا، بچوں کی دیکھ بھال، یہ سب ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ رب کی تقسیم ہے کہ مرد کما کر لائے اور عورت گھر کا نظام چلائے۔ اگر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے یہ سارے کام کیے جائیں تو گھر جنت بن جاتا ہے۔ بنی سنوری بیوی، صاف ستھرا گھر اور تمیز دار بچے دیکھ کر شوہر باہر کی ساری تھکن بھول جاتا ہے۔

بحیثیت بیٹی و بہن ماں کا ہاتھ بٹائیں، بھائیوں اور والد کی خدمت کریں، ان کی باتوں کا برا نہ منائیں۔ مگر افسوس! آج بیٹی ماں کی خدمت نہیں کرتی، بلکہ ماں بیٹی کی بغیر تنخواہ والی خادمہ ہے، اپنی ذمہ داری اور حیثیت کا احساس کہیں کھو گیا ہے۔ گھریلو کام کاج، بچے کی دیکھ بھال و تربیت، والدین یا شوہر کی خدمت اور عبادت، ان سب کاموں کو بروقت کرنے کے لئے ہمیں اپنا اندازِ زندگی بدلنا ہو گا۔ کسی بزرگ کا قول ہے: ہر وقت کے لئے ایک کام اور ہر کام کے لئے ایک وقت بنا لو! تمام کام بخوبی ہو جائیں گے۔ وقت کی قدر کیجئے پورے دن کا ایک شیڈول ہونا چاہیے۔ فجر کی نماز کے بعد گھریلو کام کاج سے جلد فارغ ہو کر تھوڑا وقت مطالعہ اور علمِ دین حاصل کرنے کے لئے نکال لیجئے۔ بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کا ایک ٹائم مخصوص کیجئے۔ ایسے ہی دیگر کاموں کے لئے جب آپ کا شیڈول بنا ہو گا تو گھر اور خاندان والوں کو بھی خود بخود آپ کے شیڈول کا احساس ہو جائے گا۔ ہمارے پاس فضول وقت ہونا ہی نہیں چاہیے جو سوشل میڈیا کی نذر کرنا پڑے۔ ہمارا مذہب بھی ہمیں بیکار کاموں میں پڑنے سے روکتا ہے، بلکہ ایک روایت میں لایعنی کاموں سے رک جانے کو اسلام کی خوبی قرار دیا گیا ہے۔[5] چنانچہ وقت کی قدر کرتے ہوئے تمام کام کریں گی تو کام بھی ہو جائیں گے اور زندگی بھی پر سکون گزرے گی، بلکہ آخرت کے لئے بھی نفع بخش سودا ہو گا۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے وقت میں برکت ہو، روز تمام ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دے لیں تو اپنے وقت کو راہِ خدا میں خرچ کیجئے۔ عبادت کا ٹائم مخصوص کر لیجئے۔ اپنے حسبِ حال علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے، اس کو حاصل کرنے کی کوششیں کیجئے۔ الحمد للہ دعوتِ اسلامی کے تحت خواتین کے ہفتہ وار اجتماع دنیا بھر میں منعقد ہوتے ہیں، ان اجتماعات میں شرکت کیجئے، دعوتِ اسلامی کے تحت مدنی کورسز کروائے جاتے ہیں جو آن لائن اور بالمشافہ بھی ہوتے ہیں، ان میں شمولیت اختیار کیجئے۔ اگر علم حاصل ہو گا تو احساسِ ذمہ داری پیدا ہو گا اور علم ہی کے ذریعے ان ذمہ داریوں کو نبھانے کا طریقہ بھی معلوم ہو گا اور آپ کو پتا چلے گا کہ احساسِ ذمہ داری بیدار ہو رہا ہے۔

---

1 بخاری، 1/309، حدیث: 893 2 مراۃ المناجیح، 5/352 3 سیرت ابن ہشام، ص194 4 مسلم، ص490، حدیث: 2950 5 مؤطا امام مالک، 2/403، حدیث: 1718



لاپروائی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 40 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

بنتِ الیاس (فرسٹ پوزیشن)
(درجہ: رابعہ، فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ)

لاپروائی کا مطلب ہے: کسی اہم کام، ذمہ داری یا فرض کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا یا اس میں سستی کرنا۔ دینِ اسلام میں غفلت کو سخت مذمت کا نشانہ بنایا گیا ہے، کیونکہ یہ انسان کو نیکیوں سے دور اور گناہوں کے قریب کرتی ہے۔ جو دنیا میں لاپروائی کرتی ہے، وہ آخرت میں شرمندگی کا شکار ہو گی۔ قرآنِ کریم میں بھی لاپروائی کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ (پ15، الکہف:28) ترجمہ: اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔ ایک مقام پر ہے: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (پ17، الانبیاء:1) ترجمہ: لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی لاپروائی کی مذمت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: صحت اور فارغ وقت دو ایسی نعمتیں ہیں جن سے اکثر لوگ دھوکے میں رہتے ہیں۔[1] ایک اور روایت میں ہے: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور نالائق وہ ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلے اور اللہ پاک سے صرف امیدیں باندھے رہے۔[2]

لاپروائی کے اسباب لاپروائی کے چند اسباب یہ ہیں: ☆ دین سے دوری ☆ دنیاوی مشاغل اور غفلت بھری صحبت ☆ سستی اور کاہلی ☆ علم کی کمی ☆ خواہشات کی پیروی۔

لاپروائی سے بچاؤ کے طریقے ذیل میں بیان کردہ تدابیر پر عمل کر کے لاپروائی کی آفت سے بچا جا سکتا ہے:

نماز کی پابندی نماز دین کا ستون ہے اور دل کو بیدار کرتی ہے۔ جو باقاعدگی سے نماز پڑھتی ہے وہ غفلت سے دور رہتی ہے۔

قرآنِ پاک کی تلاوت اور سمجھ قرآن دل کو جگاتا اور انسان کو اللہ پاک کی یاد دلاتا ہے۔ روزانہ کچھ نہ کچھ قرآنِ پاک پڑھنا اور سمجھنا غفلت کو ختم کر دیتا ہے۔

موت کی یاد موت کی یاد دل نرم کرتی اور دل کو بیدار رکھتی ہے۔

نیک صحبت اختیار کرنا نیک لوگوں کی صحبت انسان کو اللہ پاک کی یاد دلاتی، دل میں نرمی اور سنجیدگی پیدا کرتی اور غفلت کو دور کرتی ہے۔

ان کے علاوہ علم حاصل کرنا، دنیا کی حقیقت کو سمجھنا کہ دنیا عارضی ہے اور خود احتسابی یعنی روزانہ اپنے اعمال کا جائزہ لینا بھی لاپروائی کے خاتمے میں کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔

بنتِ یعفور رضا عطاری (سیکنڈ پوزیشن)
(درجہ: ثانیہ، جامعۃ المدینہ ای ون جوہر ٹاؤن لاہور)

لاپروائی کا مطلب بے احتیاطی، بے فکری یا کسی بات کی

طرف عدمِ توجہی ہے۔ یہ ایک ایسی صورتِ حال ہے جس میں انسان کسی بات یا کام کی طرف سنجیدہ نہیں ہوتا۔ لاپروا انسان بغیر سوچے سمجھے بولتا ہے اور اکثر بغیر سوچے سمجھے بولنے والے نقصان اٹھاتے ہیں۔ لاپروا انسان زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ جب کسی کام کی پروا نہیں ہوگی تو اس کے لئے صحیح سے کوشش بھی نہیں کر پائے گا۔

دینی معاملات میں لاپروائی

لاپروائی چاہے دنیوی معاملات میں ہو یا دینی، ہر صورت میں بری چیز ہے، مگر بالخصوص دینی معاملات میں لاپروائی کرنا بہت زیادہ برا اور قابلِ گرفت ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: بندہ کبھی ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اس کے سبب جہنم میں مشرق و مغرب کے درمیان فاصلے سے بھی زیادہ دور جا پڑتا ہے۔[3]

اگر ہم غور کریں تو ہمارے معاشرے میں لاپروائی کے سبب کئی کفریات بک دیئے جاتے ہیں اور کسی کو احساس تک نہیں ہوتا جیسے بعض عورتیں میت پر واویلا کرتے ہوئے بعض اوقات اللہ پاک پر ایسے اعتراضات کرتی ہیں جو اگرچہ ہماری نظر میں کچھ اہمیت نہیں رکھتے مگر وہ دین سے خارج کر دیتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ بعض ایسے کام کرتے ہو کہ وہ تمہاری نگاہوں میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں جبکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک دور میں انہیں کبیرہ گناہ میں شمار کرتے تھے۔[4] ایک روایت میں ہے کہ ہم انہیں ہلاکت میں مبتلا کرنے والے اعمال شمار کرتے تھے۔[5]

وجوہات اور ان کا خاتمہ

لاپروائی ایک ایسی بیماری ہے جس کا خاتمہ نہایت ضروری ہے اور کسی بھی چیز کے خاتمے کے لئے اس کی وجوہات کا جاننا بہت ضروری ہے۔ یوں تو لاپروائی کی بہت سی وجوہات ہیں تاہم چند وجوہات اور ان کے علاج ذکر کئے جاتے ہیں:

1۔ لادینیت / بے دینی

دین سے دوری لاپروائی کی ایک بڑی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں لوگ دین اور دینی معاملات کو خاص اہمیت نہیں دیتے جو کہ دینی معاملات میں لاپروائی کا ایک بڑا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم دین کو اہمیت دیں۔

لاشعوری / بے علمی

لاپروائی کی ایک وجہ لاعلمی بھی ہے، کیونکہ لاعلمی ہی کی وجہ سے لاپروائی کی جاتی ہے۔ ہمیں پتا ہی نہیں ہوتا کہ وہ چیزیں کس قدر نقصان دہ ہیں جو ہم اپنی لاپروائی کے بدلے کہہ یا کر رہی ہوتی ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ ہم علم حاصل کریں۔ خصوصاً کفریہ کلمات کا جاننا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ لاپروائی بہت سے کفریات کا باعث بنتی ہے۔

بری صحبت

صحبت انسان پر گہرا اثر رکھتی ہے، انسان کو بگاڑنے اور سدھارنے میں سب سے بڑا ہاتھ صحبت کا ہوتا ہے۔ لاپروا اور غیر ذمہ دار کی صحبت انسان کو لاپروا بنا دیتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم دین داروں کی صحبت اختیار کریں۔

بغیر سوچے سمجھے بولنا

بغیر سوچے بولنا لاپروائی کی ایک بڑی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ بولنا بھی لاپروائی کا ایک بڑا سبب بنتا ہے۔ کیونکہ بغیر سوچے اور زیادہ بولنے والا اکثر ایسی بات کر جاتا جو بسا اوقات موقع پر ذلّت کی وجہ بن جاتی ہے یا آخرت میں رسوائی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ بغیر سوچے سمجھے نہ بولیں اور فضول گوئی سے بچیں۔

---

1 بخاری، 4/222، حدیث: 6412 2 ترمذی، 4/208، حدیث: 2467 3 مسلم، ص1219، حدیث: 7481 4 مسند امام احمد، 17/26، حدیث: 10995 5 بخاری، 4/244، حدیث: 6492



تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 40ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 305 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی صدیقِ اکبر سے محبت	165	لاپروائی	62	مسئلۂ ختمِ نبوت پر کردارِ صحابہ	78

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی صدیقِ اکبر سے محبت: اٹک حضرو: بنت محمد ایوب۔ چنیوٹ: فیضانِ فاطمہ زہرا: بنت الطاف حسین۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت قاری غلام رسول نعیمی، بنت آصف اقبال، بنت امیر، بنت رمضان، بنت ظہیر شاہ، بنت محمد احسان۔ راولپنڈی: صدر: بنت شکیل، بنت محمد وسیم ظفر۔ سیالکوٹ اگوکی: بنت یوسف۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت فضل الحق۔ تلواڑہ مغلاں: بنت محمد جمیل، بنت رزاق احمد، بنت عارف حسین، بنت محمد انور۔ شفیع کا بھٹہ: بنت راشد، ہمشیرہ حنظلہ صابر، بنت ندیم جاوید، بنت ذوالفقار انور، بنت انعام اللہ بٹ، بنت جہانگیر، بنت محمد اویس، بنت عرفان، بنت اصغر، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت خوشی محمد، بنت محمد یوسف، ہمشیرہ حیدر علی، بنت عبدالمجید، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت محمد شاہد، بنت شوکت علی، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد اشفاق، بنت طارق محمود، بنت محمد اشرف، ہمشیرہ حمزہ، بنت محمد بوٹا، بنت محمد عمران، بنت محمد اسلم، بنت عبدالرزاق، بنت محمد شریف، بنت محمد رمضان، بنت محمد خالد، بنت محمد سجاد احمد، بنت غلام حیدر، بنت کرامت، بنت محمد شفیق، بنت رحمت علی، بنت طاہر، بنت سرمد، بنت انور، بنت رضاء الحق باجوہ، بنت محمد اشفاق، بنت محمد بشیر، بنت اشرف صادق، بنت محمد سرور، بنت منیر حسین، بنت افتخار احمد، بنت محمد احسن، بنت محمد اشرف، بنت شمس پرویز۔ گہوگا: فیضان عطار: بنت شہباز احمد، بنت محمد افضل۔ گلبہار: بنت محمد عنصر، اُمِّ مشکوۃ، بنت خالد، بنت حاجی محمد شہباز، بنت محمد عرفان، بنت نصیر احمد، بنت ارشد، بنت خالد محمود، بنت محمد عارف، بنت سماں، اخت سلطان، بنت الیاس، بنت جمیل، بنت ناصر، بنت امانت علی، بنت نعیم، بنت طارق محمود، ام فرح، بنت محمد الیاس، بنت نواز، بنت رضوان، بنت اصغر علی، بنت ارشد، بنت سید ظاہر حسین رضوی، بنت سرفراز، ہمشیرہ حماد، بنت محمد مشتاق، بنت طارق، بنت اصغر، بنت محمد شہباز، بنت نصیر احمد، بنت جبار، بنت عمران، بنت فیاض، ام ہانی، بنت ریاض، بنت ارشد، بنت ایاز خان۔ مظفر پورہ: بنت عمران، بنت غلام میراں، بنت محمد الیاس، بنت اعجاز، بنت محمد طارق، بنت محمد شبیر، بنت محمد یاسر، بنت نعیم طارق، بنت محمد عمران، بنت محمد شفیق، بنت محمد لطیف، بنت نعمان شہزاد، بنت محمد طارق۔ معراج کے: بنت محمد سلیم، بنت محمد رفیق، ہمشیرہ ثمر ذیشان، بنت نصیر احمد، بنت منور حسین، بنت محمد اقبال، بنت ضیاء افضل، بنت الطاف حسین، بنت محمد ریاض، بنت محمد نواز، بنت سید ثاقب رضا گیلانی، بنت ریاض احمد، بنت لیاقت علی، بنت محمد افضل بھٹی، بنت محمد شفیق، بنت شہباز احمد۔ نند پور: بنت محمد الیاس، ام ہانی، بنت محمد سلیم، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد صدیق، بنت ہدایت اللہ۔ شیخوپورہ: فاروق آباد: بنت قربان۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت صفدر۔ چیاں: بنت ارشد محمود۔ کراچی: شاہ لطیف ٹاؤن: بنت اسماعیل۔ فیض مدینہ: بنت استخار احمد، بنت طاہر احمد، بنت محمد وزیر خان، بنت طفیل الرحمان ہاشمی، بنت رشید احمد، بنت وسیم بیگ، بنت الحاج محمود اسلام۔ فیضان خدیجۃ الکبریٰ: بنت محمد آصف۔ فیضان رضا: بنت اسماعیل، بنت شاکر۔ لاہور: اچھرہ: بنت آفتاب۔ جوہر ٹاؤن: بنت شبیر احمد، بنت شہباز علی، بنت عامر فاروق، بنت عبدالرشید، بنت محمد ریاض، بنت محمد سعید، بنت ندیم، بنت یسین۔ رائیونڈ: بنت عبدالرشید۔ شاہ پور: بنت محمد سلیم۔

ملتان: نیل کوٹ: بنت غلام حسین۔

لاپروائی: خوشاب: جوہر آباد: بنت امجد علی، بنت محمد اشرف۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت ارشد، بنت الیاس، بنت ثاقب۔ شفیع کا بھٹہ: بنت محمد ندیم میاں، ہمشیرہ محمد منیب، بنت عارف محمود، بنت گلزار، بنت محمد طاہر، بنت محمد حبیب، بنت عبد القادر، بنت بشیر احمد، بنت شمس پرویز، بنت دلاور حسین، بنت خلیل احمد، ہمشیرہ محمد حسین، بنت محمد امین، بنت شاہد، بنت عثمان علی، ہمشیرہ فیصل، بنت اشفاق احمد، بنت محمد خالد، بنت شبیر حسین، بنت ساجد، بنت انتظار حسین، بنت اعجاز احمد، بنت محمد اشفاق۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت محمد نعیم، بنت غلام حیدر، بنت رشید احمد، بنت سماں، بنت ریاض، بنت اعجاز احمد، بنت الیاس، بنت عمران، بنت اسلم، بنت علی احمد، بنت ظاہر حسین رضوی، بنت نواز، بنت محمد شہباز۔ مظفر پورہ: بنت خلیل احمد۔ معراج کے: بنت محمد عارف، بنت طاہر حسین، بنت عبد الستار، بنت محمد ادریس، بنت سرور، بنت غلام قمر، بنت محمد بوٹا۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت محمد سلیم، بنت عبد الستار مدنیہ، بنت محمد صدیق، ام ہانی۔ کراچی: گلشن معمار: بنت محمد اکرم۔ لاہور: اچھرہ: بنت آفتاب۔ لاہور: جوہر ٹاؤن: بنت محمد ریاض، بنت یعفور رضا۔ رائیونڈ: بنت عبد الرشید۔ شاہ پور: بنت سلیم۔ نشاط کالونی: بنت قاری محمد اقبال۔

مَسئلۂ ختمِ نبوت پر کردارِ صحابہ: خوشاب: جوہر آباد: ہمشیرہ عتیق۔ راولپنڈی: صدر: بنت ریاض، بنت مدثر۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت تنویر۔ تلواڑہ مغلاں: رانا محمد نعیم، بنت جاوید، بنت جاوید سرور۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد آصف، بنت محمد یوسف، ہمشیرہ حامد، بنت اورنگزیب، بنت راشد محمود، بنت سعید، بنت اصغر، ہمشیرہ حافظ اسامہ بن امین، بنت محمد سلیم، بنت صغیر احمد، ہمشیرہ فیصل، بنت محمد رفیق، بنت رزاق بٹ، ہمشیرہ محمد اسماعیل، بنت محمد جان، بنت محمد اکرام، ہمشیرہ نوید، بنت کاشف شیراز، بنت محمد تنویر، بنت محمد ناصر، بنت جعفر حسین، بنت افضال، بنت تنویر۔ گلبہار: بنت عمران محمد، ام مشکوۃ، بنت محمد سلیم، بنت سماں، بنت بابر، بنت اسلم، بنت محمد شہباز، بنت شمس القمر، اخت فیصل۔ مظفر پورہ: بنت ارشد علی، بنت شاہد علی، بنت ارشد، بنت محمد نواز۔ معراج کے: بنت محمد فرید، بنت محمد جاوید، بنت منیر حسین، بنت محمد رفیق، بنت محمد اشرف، بنت نور حسین، بنت محمد ریاض، بنت محمد منیر۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت محمد سلیم، بنت خالد محمود، بنت عبد الستار مدنیہ، ام ہانی، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد صدیق۔ شیخوپورہ: فاروق آباد: بنت قربان۔ فیصل آباد: 137 روڈ سمندری: بنت محمد اشرف۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ شاہ فیصل ٹاؤن: بنت سید اعجاز۔ فیض مدینہ: بنت محمد فہیم کھتری، بنت محمد فہیم، بنت عبد الرشید، بنت فیض فرید۔ لاہور: اچھرہ: بنت آفتاب۔ جوہر ٹاؤن: بنت خلیل، بنت فیاض احمد، بنت فیاض، بنت محمد ریاض، بنت محمد سعید۔ رائیونڈ: بنت عبد الرشید۔ شاہ پور: بنت سلیم۔ گلبرگ ٹاؤن: بنت سلطان۔ میر پور خاص: غوث جیلانی: بنت عمران۔ نواب شاہ: بہارِ شریعت: بنت محمد آصف اقبال۔ عرب: بحرین: بنت مقصود۔

مَسئلۂ ختمِ نبوت پر کردارِ صحابہ

بنتِ مدثر (فرسٹ پوزیشن)
(درجہ: دورۃ الحدیث، فیضانِ فاطمۃ الزہرا صدر راولپنڈی)

صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ محترم ہستیاں ہیں جن کی مثل ایمان لانے کا حکم اللہ پاک نے قرآنِ حکیم میں دیا۔ صحابہ کرام کے عقائد و نظریات اُمّتِ مسلمہ کے لئے دلیل ہیں کہ انہوں نے براہِ راست صحبتِ نبوی پائی اور نزولِ قرآن کے زمانے کی برکتیں سمیٹیں۔ ہم تک دین کی تعلیمات پہنچنے کا واحد ذریعہ صحابہ کرام ہیں۔ دین کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ختمِ نبوت بھی ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ کے ساتھ ساتھ پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اس عقیدے کے بھی پہلے پاسبان صحابہ کرام ہی ہیں۔

دورِ رسالت اور کردارِ صحابہ کرام

1- نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں اَسْوَد عَنْسِی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو حضور نے مسلمانوں کو اس کا شر و فساد ختم کرنے کا حکم فرمایا۔ حکمِ نبوی پر لَبَّیْک کہتے ہوئے صحابیِ نبی فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔[1]

2- جب مُسَیْلِمَہ کذّاب کے فتنے نے سر اٹھایا تو اس نے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سفیر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ سے جب یہ پوچھا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے

ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو آپ نے بھرے مجمع میں اس کے دعویٔ نبوت کا انکار کرتے ہوئے جوشِ ایمانی کے ساتھ فرمایا: میں اس بات کی ہر گز گواہی نہیں دیتا۔ چنانچہ اس نے انہیں شہید کر دیا۔[2] یوں آپ نے عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کی خاطر سب سے پہلے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

خلفائے راشدین اور مسئلۂ ختمِ نبوت: حضور کے وصالِ ظاہری کے بعد صحابہ کرام نے اپنے عملی اِجماع سے عقیدۂ ختمِ نبوت کو اُمّت کے دلوں میں مزید پکا کیا۔ چنانچہ،

(1) عہدِ صدیقی میں باوجود یہ کہ چاروں طرف سے نت نئے فتنے سر اٹھا رہے تھے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مُسَیْلِمَہ کذّاب کے فتنے کو ختم کرنے کے لئے خصوصی لشکر روانہ فرمایا جس میں سینکڑوں صحابہ کرام شریک ہوئے۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کاری ضرب لگا کر مُسَیْلِمَہ کذّاب کو اس کے انجامِ بد تک پہنچایا۔[3]

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی موافقت میں کئی قرآنی آیات نازل ہوئیں، بھی خاتمُ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو ناممکن جانتے تھے۔ حضور کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ نے روتے ہوئے اس طرح فرمایا: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کو انبیائے کرام میں سب سے آخر میں بھیجا گیا مگر آپ کا ذکر ان سب سے پہلے فرمایا گیا ہے۔[4]

(3) مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں مُسَیْلِمَہ کذّاب کے مذہب پر قائم رہنے والوں کو قتل کروا دیا۔[5]

(4) مولا علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے: آپ کے کندھوں کے بیچ مہرِ نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین ہیں۔[6]

دیگر صحابہ کرام کا کردار: حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے سامنے نبوت کے جھوٹے دعویدار مُسَیْلِمَہ کذّاب کا نام لیا جاتا تو جوشِ ایمانی سے آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اس عقیدے کی اہمیت کو راسخ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: بے شک ہمارے آقا کے ساتھ کوئی نبی ہے نہ ان کے بعد ہو گا، جس طرح اللہ پاک کی اُلوہیت میں کوئی شریک نہیں، اسی طرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت میں کوئی شریک نہیں۔[7]

حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درودِ پاک کے صیغے کی ترغیب دلاتے ہوئے حضور کے لئے خاتمُ النبیین کا لقب استعمال فرماتے۔[8] اور حضور کے شہزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال شریف سے بھی حضرت انس اور حضرت عبدُ اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے آپ کے خاتمُ الانبیاء ہونے پر استدلال کیا۔[9] حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ دورِ صدیقی میں روتا ہوا دیکھا گیا۔ وجہ پوچھنے پر فرمایا کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہو جانے پر روتی ہوں۔[10] ان کا بھی عقیدہ یہی تھا کہ سلسلۂ وحی اب موقوف ہو چکا کیونکہ اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر 71 صحابہ کرام کی مرویات کے ذریعے عقیدۂ ختمِ نبوت کو ثابت کیا ہے۔[11] اللہ پاک نے صحابہ کرام کے ذریعے اس عقیدے کی حفاظت فرمائی۔ صحابہ کرام کے ایمان کی مثل ایمان لانے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوت پر مضبوطی سے قائم رہا جائے۔ اللہ پاک ہم سب کو دینِ اسلام پر استقامت عطا فرمائے اور ہمارے عقائد و اعمال کی حفاظت فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مدارج النبوت مترجم، 2/481، کتاب العقائد، ص50 2 حلیہ الاولیاء، 2/77، رقم:1526 3 الکامل فی التاریخ، 2/218 تا 222 ملتقطاً 4 الشفا، 1/45 5 سنن کبریٰ للبیہقی، 8/350، رقم:16852 6 ترمذی، 5/364، حدیث:3658 7 ثمار القلوب، 1/149 8 ابن ماجہ، 1/489، حدیث:906 ماخوذاً 9 مواہب لدنیہ، 1/400 10 مسلم، ص1024، حدیث:6318 ملتقطاً 11 فتاویٰ رضویہ، 15/711



فیضان آن لائن اکیڈیمی کی جھلکیاں (حدیث کورس)

(ماہنامہ خواتین میں یہ ایک نیا سلسلہ شروع ہو رہا ہے، جس میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات پیش کی جائیں گی۔)

حدیثِ مبارک قرآنِ پاک کے بعد معتبر و مستند ذریعۂ ہدایت ہے۔ حدیث کورس میں احادیثِ نبویہ کی روشنی میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی عملی رہنمائی حاصل ہو گی اور طالبہ کو اہلِ سنت کے معمولات کے بارے میں احادیث کی روشنی میں مکمل اطمینان حاصل ہو گا۔ اس کورس میں احادیث کا ترجمہ پڑھانے کے ساتھ تشریح و وضاحت بھی کروائی جائے گی جس سے طالبہ کو اپنی زندگی سنت کے مطابق ڈھالنے کا شعور حاصل ہو گا۔ یہ کورس اُن تمام افراد کے لئے ایک سنہری موقع ہے، جو مصروف زندگی کے باوجود گھر بیٹھے مستند علمِ حدیث حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس کورس میں احادیث کی روشنی میں عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاشرتی آداب وغیرہ پر مبنی تربیت دی جائے گی ، مثلاً:

عقائد کی اصلاح: ☆ایمان کی تعریف، ایمانِ مُفَصَّل و مُجْمَل کی وضاحت ☆تقدیر پر ایمان ☆جنت و جہنم سے متعلق عقیدہ ☆قیامت اور عذابِ قبر احادیث کی روشنی میں۔

طہارت سے متعلق شرعی حکم: ☆وضو کس پانی سے کر سکتے ہیں؟ ☆غسل کا مسنون طریقہ ☆کن صورتوں میں غسل کرنا فرض ہوتا ہے؟ ☆استنجا کا بیان۔

عبادات کی رہنمائی: ☆نماز بخشش کا ذریعہ ہے ☆نماز کے فرائض، واجبات، سنتیں اور مستحبات کی تعداد ☆تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں؟ نیز تراویح نہ پڑھنے پر قضا کرنی ہو گی؟ ☆نمازِ جمعہ، نمازِ جنازہ اور نمازِ عیدین کا طریقہ مستند احادیث کی روشنی میں ☆زکوٰۃ کس پر اور کتنے مال پر فرض ہوتی ہے؟

حلال روزی سے متعلق احکام: ☆حلال روزی حاصل کرنا فرض ہے ☆حرام روزی کی وعید ☆سود کا بیان ☆قرض دار کو مہلت دینا ☆سود کا ادنیٰ گناہ ماں سے بدکاری کرنا ہے ☆شہید کا قرضہ معاف نہیں ہوتا۔

نکاح اور شریعت: ☆عورت بہترین متاع ہے ☆مہر کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم کیا ہے؟ ☆شوہر، بیوی کے حقوق ☆بدکاری کرنے والوں کی سزا کیا ہے؟ ☆طلاق دینا کب ممنوع اور کب واجب ہے؟ احادیث کی روشنی میں ☆عدت کے احکام ☆عورت پر پردہ کرنا فرض ہے۔

معاملات و اخلاقیات کی تعلیم: ☆والدین، رشتے داروں اور ہمسایوں کے حقوق ☆ظاہری و باطنی گناہوں کا بیان۔

کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو چکی ہوں گی؟ حدیث کورس کرنے کے بعد سنتِ نبوی سے قریبی تعلق پیدا ہوتا ہے، جس سے عملی زندگی میں سنت پر عمل کرنے کا جذبہ بڑھتا ہے۔ قرآنِ پاک کی درست سمجھ حاصل ہو جاتی ہے اور سنت پر عمل کے ذریعے طالبِ علم اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتا ہے۔

یہ کورس کون کر سکتی ہے؟ کورس کرنے کے لئے کن چیزوں کی اہلیت ہونا ضروری ہے؟

- عمر کم از کم 15 سال ہو۔
- اردو پڑھنا اور لکھنا آتا ہو۔
- اسلامی معلومات حاصل کرنے کا جذبہ ہو۔

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

جولائی 2025 / محرم الحرام 1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام			نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں			1061744	75882	1137626
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات		11480	1383	12863
	شرکائے اجتماعات		424606	27378	451984
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد		12379	1426	13805
	پڑھنے والیاں		112613	9174	121787
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں			743431	27839	771270
مدنی مذاکرہ سننے والیاں			154003	12196	166199
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں			121240	6563	127803
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل			115684	9334	125018
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)			36487	2415	38902

جولائی 2025 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

دینی کام	مقامات	شرکا
مدنی کورسز / سیشنز	36102	292178

42واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے ستمبر 2025

1. حضور کی مولیٰ علی سے محبت
2. جھگڑا کروانا
3. بچوں کی موبائل سے جان کیسے چھڑوائیں؟

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 ستمبر 2025

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات بہاولپور

الحمدللہ مرشدِ کریم کی دعاؤں کے صدقے دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا مدنی مرکز بنام **فیضانِ صحابیات کوثر کالونی گلی نمبر 5 نزد ناظم محمد عمران معاذ بہاولپور** کا سنگِ بنیاد 5 مارچ 2024 کو رکھا گیا اور باقاعدہ افتتاح 5 مارچ 2025 میں رکنِ شوریٰ حاجی محمد شاہد عطاری مدنی دامت برکاتہم العالیہ کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔

فیضانِ صحابیات میں ہونے والے دینی کام

- الحمدللہ یہاں پر رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- روزانہ شام 4 تا 6 بجے (چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے) گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے۔
- بروز بدھ دوپہر 3 تا 5 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک ہو کر اسلامی بہنیں علمِ دین کی برکتوں سے فیض یاب ہوتی ہیں۔
- روزانہ صبح 10 تا 12 بجے مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ اسلامی بہنیں بڑی عمر کی خواتین کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔
- روزانہ دوپہر میں روحانی علاج کا بستہ لگایا جاتا ہے، جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، کاٹ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔ اللہ پاک فیضانِ صحابیات بہاولپور کو مزید ترقیوں سے نوازے۔ آمین






ib.darulsunnahpak@dawateislami.net

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931 mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی